صدرِ پاکستان جنرل محمّد ضیاء الحق

تقاریر

ساتواں حصّہ

یکم اپریل - ۳۰ جون ۱۹۷۹ء

صدرِ پاکستان

جنرل محمدّ ضیاء الحق

تقاریر

ساتواں حصہّ

یکم اپریل - ۳۰ جون ۱۹۷۹ء

فہرست

تعارف

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق کی تقاریر اور پریس کانفرنسوں پر مشتمل یہ جلد اپریل ۱۹۷۹ء سے جون ۱۹۷۹ء تک کے عرصے پر محیط ہے۔

۱۹۷۹ء کی یہ سہ ماہی اس اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی ہے کہ گذشتہ سال کے وسط میں پاکستان قومی اتحاد سے تعلق رکھنے والی جماعتوں کے جو وزرآ وفاقی کابینہ میں شامل ہوئے تھے انہوں نے آئندہ انتخابات کی تاریخوں کے اعلان کے بعد صدر مملکت سے کابینہ سے سبکدوشی کی درخواست کی اور صدر نے ان کی یہ درخواست منظور کرتے ہوئے ایک نئی غیر جماعتی کابینہ کا اعلان کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ انتخابات کروانے اور اقتدار کی منتقلی کے لئے کام کرے گی۔ کابینہ کی حلف برداری کے بعد صدر مملکت کی پریس کانفرنس جو اس جلد میں شامل ہے اہم قومی مسائل اور خارجہ معاملات کے بارے میں حکومت کی پالیسی کی مظہر ہے۔

ہر سال کی دوسری سہ ماہی پاکستان میں مختلف فصلوں کی کٹائی اور بوائی کا زمانہ ہوتی ہے اور صدر مملکت ملک کی زرعی ترقی سے خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں چنانچہ اس جلد میں شامل تقریروں میں صدر کا زیادہ تر موضوع زراعت اور اس سے متعلق معاملات ہیں۔

یہ زمانہ اس اعتبار سے بھی اہم ہے کہ اس دوران معیشت کی بحالی، خصوصاً نجی شعبہ کے اعتماد کی بحالی کے لئے حکومت کی پالیسیوں کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے اور نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت کے اقدامات پر مثبت ردِّعمل کا اظہار ہونے لگا۔

زیرِ نظر جلد میں کراچی میں صدر مملکت کی ایک پریس کانفرنس بھی شامل ہے جس میں پاکستان کے اس سب سے بڑے صنعتی اور تجارتی شہر کو درپیش بڑے اور پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے صدر مملکت کی گہری دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔

حسبِ سابق اس جلد کے آخر میں بھی موضوعاتی انڈیکس شامل کیا گیا ہے جس سے خاص موضوعات کو تلاش کرنے میں قارئین کو آسانی ہوگی۔

۲۶ مئی ۱۹۷۹ء کو کپاس کی بوائی کے آغاز کے موقع پر بہاولپور میں کپاس کانفرنس ہوئی۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اس کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے قومی معیشت میں کپاس کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس نقد آور فصل کی پیداوار بڑھانے کے لئے حکومت کے اقدامات کا ذکر کیا۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ کاشتکار کپاس کی فصل میں گہری دلچسپی لیں گے اور بوائی سے لے کر فصل کی دیکھ بھال اور کیڑوں وغیرہ سے تحفظ تک ہر مرحلے پر پوری توجہ دیں گے۔ صدر نے کپاس پر مبنی صنعتوں کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ خاص طور سے ٹیکسٹائل اور خوردنی تیل کی صنعتوں کا دارومدار کپاس کی فصل پر ہے۔

اس سے پہلے گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خان نے اپنے تعارفی خطاب میں بتایا کہ کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لئے ایک ایکشن پلان تیار کیا گیا ہے۔ یہ پلان اُن

سفارشات کی روشنی میں بنایا گیا ہے جو اس سال کے شروع میں منعقدہ ایک سیمینار نے پیش کی تھیں اور جن میں کپاس کی سابقہ فصل کے تجربات کو سامنے رکھا گیا تھا۔ گورنر نے زراعت کی ترقی، کاشتکاروں کے حالات بہتر بنانے، فصلوں کو کیڑوں سے بچانے اور زراعت سے متعلق محکموں اور عملے کی کارکردگی بہتر بنانے کے اقدامات پر روشنی ڈالی۔

صوبائی مشیر زراعت، جناب عبدالغفور بھٹی نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا اور زراعت کے شعبے میں صوبائی حکومت کے اقدامات اور پالیسیوں پر روشنی ڈالی۔

اکیڈمی آف لیٹرز، اسلام آباد کے افتتاح کے موقع پر خطاب

۱۱/اپریل ۱۹۷۹ء

۱۱/اپریل ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اکیڈمی آف لیٹرز کے نام سے پاکستانی ادیبوں، دانشوروں اور اہل قلم حضرات کے سب سے بڑے ادارے کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کیا۔ اسلام آباد میں ملک بھر سے جمع ہونے والے کوئی دو سو ادیبوں، دانشوروں، شاعروں اور اہل قلم حضرات کے اس اجتماع میں صدر مملکت نے ادب و دانش اور تخلیقی سرگرمیوں کے بارے میں اپنی پالیسی کی وضاحت کی اور اس بات پر زور دیا کہ حکومت شعر و ادب اور تخلیقی سرگرمیوں پر کسی طرح کی پابندیاں عائد کرنے کی قائل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک نظریاتی مملکت کے نہایت باشعور اور حساس طبقے کے طور پر ان کی جو ذمے داریاں ہیں پاکستان کے اہل قلم ان سے اچھی طرح آگاہ ہیں اور ان سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنی یہ ذمہ داریاں پوری کریں گے۔ انہوں نے پاکستان سے وفاداری کو لازمی شرط قرار دیتے ہوئے کہا کہ " وہ قلم کار جو پاکستان کو اپنی شناخت کا حوالہ بنانے سے شرماتے یا کتراتے ہیں ان پر اس سرزمین کا رزق، اس کا پانی، اس کی چھاؤں اور اس کی چاندنی حرام ہے" صدر ضیاء الحق نے کہا کہ آپ ہوا میں معلق رہ کر " آفاقیت " کے خواب نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کے خواب کتنے ہی بلند اور کتنے ہی حسین ہوں۔ ان میں پاکستانی حقائق کا رنگ ضرور جھلکنا چاہیے۔

اکیڈمی کے افتتاحی اجلاس میں صدر مملکت نے ملک کے گیارہ ممتاز ادیبوں اور دانشوروں کو اکیڈمی کے رکن اساسی بنائے جانے کا اعلان کیا۔ ان اراکین اساسی میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، مسٹر اے کے بروہی، جناب حفیظ جالندھری، ڈاکٹر سید محمد عبداللہ، پروفیسر احمد علی،

جناب احمد ندیم قاسمی، جناب احسان دانش، پروفیسر شریف کنجاہی، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، میاں سید رسول رسا اور سردار خان گشکوری شامل ہیں۔ اجلاس میں مسٹر اے۔کے بروہی اور پروفیسر احمد علی ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے اور جناب احمد ندیم قاسمی علالت کے سبب شریک نہ ہو سکے۔ صدر مملکت نے اراکینِ اساسی کو اکیڈمی کا نشان، سرٹیفکیٹ اور تمغے دیئے۔ ہر رکن اساسی کے نام کے ساتھ ان کی خدمات کے بارے میں مختصر اعلان بھی پڑھ کر سنایا گیا۔

صدر کی تقریر سے پہلے وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی ہوتی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور ان اقدامات کی تفصیل بتائی جو حکومت ملک میں تخلیقی سرگرمیوں کے فروغ کے لئے کر رہی ہے۔ صدر مملکت نے اس اجلاس میں قلم کاروں کی بہبود کے لئے ایک رائٹرز ویلفیئر فنڈ کے قیام کا اور اس فنڈ میں حکومت کی طرف سے ۵ لاکھ روپے کے عطیے کا بھی اعلان کیا۔

اکیڈمی آف لیٹرز کے اراکین اساسی کی مجلس کے چیئرمین ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے جو دہلی میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے استاد بھی رہ چکے ہیں، مختصر تقریر کی اور صدر مملکت کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیات میں سے اس اجلاس کے لئے وقت نکالا۔ ڈاکٹر قریشی نے ملک کو مشکل حالات سے نکالنے پر صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی تعریف کی اور ان کی اور ان کے مشن کی کامیابی کے لئے دعا کی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جناب وزیرِ تعلیم محمد علی خان ہوتی صاحب،

میرے استاد ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب،

اکیڈمی آف لیٹرز کے معزز اراکین

اور

اہلِ قلم خواتین و حضرات!

السّلام علیکم۔ میرے لئے یہ انتہائی اعزاز اور خوشی کی بات ہے کہ اکیڈمی آف لیٹرز جیسے علمی اور ادبی ادارے کے افتتاح کے لئے آپ نے مجھے یاد فرمایا اور اس طرح مجھے پاکستان کے نامور ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں سے ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا۔

ملکی سطح پر آپ سے یہ میری پہلی ملاقات ہے میں گذشتہ ڈیڑھ دو سالوں میں تقریباً ہر مکتبِ فکر کے لوگوں سے ملا ہوں اور فرداً فرداً یا چھوٹے چھوٹے گروہوں میں

ادیبوں اور شاعروں سے بھی شرفِ ملاقات حاصل کرتا رہا ہوں، لیکن ملک کے تمام قلمکاروں کو ایک ہی پلیٹ فارم سے مخاطب کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ اس کی وجہ بظاہر میری مصروفیات سمجھ لیجئے، لیکن تحت الشعور میں یہ خدشہ بھی تھا کہ کہیں آپ سرکاری تقریبِ ملاقات کو کسی خطرے کا پیش خیمہ نہ سمجھیں کیونکہ گذشتہ حکومتوں نے کئی بار آپ کو زیرِ دام لانے کی کوشش کی ہے اور آپ اپنی پرواز میں کوتاہی کے ڈر سے اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے رہے ہیں۔ مجھے ڈر تھا کہ میری طرف سے کسی پہل کا بھی آپ یہ مطلب نہ سمجھیں کہ شاید پھر آپ کی تخلیقات کے گلے میں سرکاری تعویذ لٹکانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

البتہ یہ بھی ممکن نہ تھا کہ معاشرے کے سب سے حسّاس اور بابصیرت طبقے کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے، آپ کا طبقہ حضرت علامہ اقبالؒ کے بقول "دیدۂ بینائے قوم" کہلانے کا مستحق ہے۔ بیشک ملک کے سبھی شہری اپنے اپنے شعبوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عام شہریوں کی کوششیں معاشرے کی صرف جسمانی نشو و نما کا باعث بنتی ہیں جبکہ ادیب کا قلم معاشرے کے باطن کو صیقل کرتا ہے اور باطن کی یہی چمک قوم کے چہرے کو چمکاتی اور اس کے مستقبل کو تابناک بناتی ہے۔ اس عظیم طبقے سے صرف اس لئے گریز کرنا کہ کہیں یہ نہ ہو جائے کہیں وہ نہ ہو جائے، سراسر زیادتی ہے کیونکہ اگر حکومت کی نیّت صاف ہے اور وہ ادیبوں کے قلم اور ضمیر کو خریدنے کے درپے نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حکومت اور تخلیقی کام کرنے والوں کے درمیان رابطہ مفید نتائج کا باعث نہ بنے۔

اکیڈمی آف لیٹرز مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے نہ صرف مختلف مکاتیبِ فکر اور دُور دراز علاقوں سے تعلق رکھنے والے ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کو ایک

پلیٹ فارم پر جمع کیا ہے بلکہ ان سے میری ملاقات کے لئے بھی یہ موقع فراہم کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایسے اجتماع ہر سال ہوا کریں تاکہ ہمارے قلمکار سال میں ایک یا دو مرتبہ قومی سطح پر مل بیٹھیں اور ملک کے اجتماعی مسائل پر تبادلۂ خیال کرسکیں۔ ضروری نہیں کہ ان اجتماعات میں ہر دفعہ صدرِ مملکت یا وزیرِ تعلیم ہی آئے یہ اکیڈمی جو ایک خود مختار ادارہ ہے از خود سرکاری سائبان کے بغیر ایسی تقریبات منعقد کرسکتا ہے۔

ایسی تقریب کے افتتاح پر صدارتی کلمات کا لہجہ عموماً فاضلانہ یا ادیبانہ ہوتا ہے، لیکن آپ نے مجھے مدعو کرکے اس کے امکانات ختم کردیئے ہیں۔ "حاکمانہ" طرزِ تخاطب سے بچتے بچتے اگر میرا لہجہ ذرا "ناصحانہ" ہوجائے تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیجئے کیونکہ میں آپ کی زبان اور استعاروں سے نابلد ہوں۔

میں اس موقع پر کوئی علمی یا ادبی تقریر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ آپ خود واقعات کا شعور اور احساسات کا ادراک رکھتے ہیں۔ میں صرف چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو میرے خیال میں ہمارے لکھنے والوں کو سامنے رکھنی چاہئیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ سب پاکستانی ادیب ہیں اور میں آج اسی حوالے سے آپ سے مخاطب ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ قلمکار جو پاکستان کو اپنی شناخت کا حوالہ بنانے سے شرماتے یا کتراتے ہیں ان پر اس سرزمین کا رزق، اس کا پانی، اس کی چھاؤں اور اس کی چاندنی حرام ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ بنی نوعِ انسان ایک وحدت ہے جو ایک ہی خالق کی بنائی ہوئی کائنات میں ایک ہی آسمان تلے سانس لیتی ہے لیکن اس عالمی برادری کے بھی اپنے اپنے خاندان ہیں اور ہر خاندان کی کوئی نہ کوئی وجہ شناخت ہوتی ہے۔ آپ ہوا میں معلق رہ کر "آفاقیت" کے خواب نہیں دیکھ سکتے۔ آپ اپنے اردگرد بسنے والے ہم وطنوں سے کنارہ کشی کرکے انسانیت کے دکھ درد کی نمائندگی

نہیں کر سکتے۔ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ ہر خواب میں حقیقت کا پرتو ہوتا ہے۔ آپ کے خواب کتنے ہی بلند اور کتنے ہی حسین ہوں ان میں پاکستانی حقائق کا رنگ ضرور جھلکنا چاہیئے۔ اگر آپ کی تخلیقات پر پاکستانی چھاپ نہیں ہوگی تو عالمی برادری میں بھی آپ پہچانے نہیں جائیں گے۔ آپ اپنی تحریروں اور تقریروں میں بڑی بڑی عالمی ہستیوں کا حوالہ دیتے ہوئے اکثر کہتے ہیں کہ "ایک فرانسیسی مفکّر کا قول ہے"، "ایک روسی ناول نگار نے لکھا ہے" یا "ایک امریکی شاعر کا مصرعہ ہے" وغیرہ۔ کیا ان عظیم ہستیوں کو کسی ملک سے منسوب کرنے سے ان کی شہرت یا آفاقیت مجروح ہوتی ہے؟ کیا وہ اپنی مادرِ وطن کے حوالے سے اپنی شناخت کروانے سے گریز کرتے ہیں؟ کسی ادیب، شاعر یا دانشور کی عظمت اس کی تخلیق میں ہوتی ہے جس کی نفی ملکی تعلق سے ہرگز نہیں ہوتی۔ میں مانتا ہوں کہ ادب کی جغرافیائی سرحدیں نہیں ہوتیں، لیکن ادب اور ادیب کی وفاداریاں تو ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ کی وفاداریاں کہاں اور کس سے وابستہ ہیں۔

اگر آپ میرے اس استدلال سے اتفاق کرتے ہیں تو آپ کی وفاداریوں کا محور پاکستان اور صرف پاکستان ہونا چاہیئے۔ آپ کی تخلیقات خواہ وہ نثر میں ہوں یا نظم میں، خواہ وہ روایت میں پروئی ہوئی ہوں یا "جدیدیت" میں رنگی ہوئی ہوں، ان سب میں پاکستان کی بُو باس بسی ہونی چاہیئے۔

پاکستان کیا ہے؟ اس کی پہچان کے کئی حوالے ہیں، آپ چاہیں تو اسے ایک قطعۂ زمین سمجھ لیں جس میں برف پوش پہاڑ، سرسبز میدان، چمکتے صحرا اور بہتے دریا ہیں۔ آپ چاہیں تو اسے ساڑھے سات کروڑ انسانوں کی بستی سمجھ لیں جن کے اپنے رنج، اپنی خوشیاں، اپنے خواب اور اپنی حسرتیں ہیں، لیکن ان حوالوں کے ساتھ ساتھ یہ ہرگز

نہیں بھولنا چاہیئے کہ پاکستان ایک نظریّے کا نام بھی ہے۔ وہ نظریہ جو اسے حرارت اور قوّت بخشتا ہے، وُہ نظریہ جو اس کی انفرادیت اور شناخت کا نشان ہے، وہ نظریہ جس کے بغیر اس کا قیام ممکن تھا نہ اس کی بقا ممکن ہے۔ میں اس موضوع پر کئی بار اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں جنہیں یہاں دہرانا نہیں چاہتا، لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت تخلیقی ادب کا کوئی "بلیو پرنٹ" آپ پر نہیں ٹھونسنا چاہتی، یہ ہرگز آپ کو تلقین کرنا نہیں چاہتی کہ آپ فلاں قسم کا ادب تخلیق کیجئے اور فلاں قسم کے ادب سے پرہیز کیجئے۔ آپ جو چاہیں لکھیں اور جس طرح چاہیں لکھیں، حکومت آپ کے تخلیقی عمل میں کسی طرح مخل نہیں ہوگی۔ اس کھُلی آزادی کے ساتھ ساتھ مجھے اس ایقان کا اظہار بھی کرنے دیجئے کہ اگر آپ فکری اور ذہنی لحاظ سے سچّے پاکستانی ہیں تو آپ کی تخلیق کا محور خود بخود پاکستان ہوگا۔ اس میں کوئی چیز سما ہی نہیں سکتی۔ یاد رکھیئے کہ پاکستان آپ کی شناخت اور آپ کی پہچان ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر بے معنی اور بے نام ہیں۔

خواتین وحضرات! عظیم فنکار عدل، اخوّت، بھائی چارہ اور رواداری جیسی عالمی اقدار کو اپنانا اور اپنی تخلیقات کا موضوع بنانا ضروری سمجھتے ہیں۔ میں ان اقدار کی قدر کرتا ہوں اور ان سے ان کی وابستگی کو تحسین کی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ البتہ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان یا اسلام کے حوالے سے پیدا ہونے والی تحریریں اِن اقدار سے متصادم نہیں ہیں۔ آپ میں سے وہ اہلِ قلم جو معاشی ناہمواریوں، طبقاتی نفرتوں اور تعصّباتی تفرقوں کے خلاف جہاد کرنا مقصدِ حیات سمجھتے ہیں ان سے میری درخواست ہے کہ وہ اس جہاد کو تیز تر کریں۔ تعصّبات کی دیواروں کو جلد سے جلد مٹائیں، معاشی ناہمواریوں کا قلع قمع کریں اور تفرقوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ یقین جانیئے ان کا یہ جہاد اسلام اور اسلام کے نام پر قائم ہونے والے پاکستان کے مقاصد کے عین مطابق ہے۔

اس جہاد میں حکومت رکاوٹیں کھڑی کرنے کی بجائے آپ کی مدد کرے گی لیکن یاد رکھیئے کوئی بھی حکومت اور کوئی بھی معاشرہ کسی فرد کو یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ اس جہاد کی آڑ میں وطنِ عزیز کی جڑیں کھوکھلی کی جائیں۔ وطن سے وفاداری کا سبق قلمکار سے زیادہ کس کو یاد ہوگا کیونکہ وہ قلمکار جو اپنے وطن کا بدخواہ ہو کبھی ادب کا خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اسے حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف ہے یا اس کے طریقۂ کار پر اسے اعتراض ہے تو وہ جتنی چاہے اس پر تنقید کرے، لیکن اس بات کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے کہ "حکومت" اور "مملکت" دو مختلف چیزیں ہیں ایک عارضی ہے، دوسری مستقل، ایک خطا کار ہے، دوسری عظیم و برتر۔ صحافیوں، شاعروں، ادیبوں اور دانشوروں کو یہ پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ حکومت پر بلاخوف و خطر تنقید کریں، بشرطیکہ وہ مملکت کی بنیادوں کو کمزور کرنے کا باعث نہ بنیں۔

تخلیقی کام کرنے والوں کی توجّہ کا مرکز اور ان کی تنقید کا ہدف عموماً حکومت نہیں معاشرہ ہوتا ہے۔ وہ معاشرے کی عکاسی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو بہترین راہیں بھی دکھاتے ہیں۔ ان کی اصلاح کا انداز ناصحانہ نہیں فنکارانہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ادیب قافلے کا ہراول دستہ ہوتے ہیں۔ ان کی تخلیقات سے فکر کے نئے سوتے پھوٹتے اور ان سے ترقی کی نئی راہیں سوجھتی ہیں۔ میں نے یہ موضوع اس لئے چھیڑا ہے تاکہ میں آپ کی توجّہ اس طرف مبذول کرا سکوں کہ ہمارے ادیب اور فنکار معاشرے میں اپنا یہ کردار کہاں تک ادا کر رہے ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو کیا حکومت ان کے راستے میں حائل ہے یا وہ خود اپنے فرائض سے ناآشنا ہیں؟

خواتین و حضرات! اس اجتماع میں خاصی تعداد ان لوگوں کی بھی ہے جن کی تخلیقات کو "علاقائی ادب" کا نام دیا جاتا ہے۔ میں چند باتیں ان کے حوالے سے کرنا

چاہتا ہوں۔

علاقائی ادب ہمارے قومی ادب کا ایک اہم حصّہ اور ہماری ثقافت کا ایک قابلِ قدر سرمایہ ہے۔ قومی اور علاقائی ادب ایک دوسرے کے حریف نہیں حلیف ہیں۔ ایک کی چمک سے دوسرے کا چہرہ دمکتا اور ایک کے پھلنے سے دوسرے کا چمنستان پھولتا ہے۔ قومی ادب کے گلدان کا ہر علاقائی پھول اپنی مہک اور اپنی رعنائی رکھتا ہے۔ ان کے رنگ و بو سے قومی ادب کو طراوت اور فروغ ملتا ہے۔ اِس لئے علاقائی ادب کو پھلنے پھولنے کی مکمّل سہولتیں میسّر ہونی چاہئیں۔ البتّہ علاقائی ادب پیدا کرنے والوں کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ قومی دھارے کا ایک حصّہ ہیں، وہ کُل کا ایک "جزو" ہیں۔ قعرِ دریا میں ان کی قدر ہے، بیرونِ دریا وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

خوشحال خان خٹک، رحمان بابا، وارث شاہ، بُلھے شاہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی، سچل سرمست، مُلّا فاضل رند، مست توکّلی اور جام درک جیسی شخصیتیں ہماری ثقافت کے اہم ستون اور ہماری شناخت کے قابلِ فخر مینار ہیں۔ اگر ایک طرف ہمیں سر سیّد احمد خاںؒ، حالیؒ، شبلیؒ اور اقبالؒ کی روایت کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف ان عظیم فنکاروں کی فکر سے بھی استفادہ کرنا ضروری ہے۔ میں نے علاقائی ادیبوں اور شاعروں کا گہرا مطالعہ نہیں کیا، لیکن میری سرسری معلومات سے مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ ان سب کے فکر اور وجدان کا سرچشمہ ایک ہے جس پر وقت کی گرد نے پردہ ڈال دیا ہے۔ انہیں جغرافیائی حصّوں اور علاقائی زبانوں کے مرتبانوں میں بند رکھنے کی بجائے قومی سطح پر پڑھا اور سمجھا جانا چاہیئے۔ میرے خیال میں یہ محققین کا کام ہے کہ وہ اس دُھول کو جھاڑ پونچھ کر ان منوّر چہروں کو قومی عظمت کے ایوان میں سجائیں اور ہمارے تخلیق کاروں کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی روایت کو آگے بڑھا کر ہمارے

ادبی سرمائے میں اضافہ کریں۔

معزز اہلِ قلم! حکومت اور قلمکاروں کے درمیان ایک عجیب "تعلّق" اور "بے تعلقی" کا رشتہ ہوتا ہے۔ "بے تعلقی" ان معنوں میں کہ حکومت کو تخلیقی عمل میں مداخلت نہیں کرنی چاہیئے اور اشارۃً بھی (DOS) اور (DON'TS) کا رجحان اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ قومی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ حکومت ادیبوں اور شاعروں کے تخلیقی رجحانات پر مکمّل اعتبار کرتے ہوئے عدم مداخلت کی پالیسی پر گامزن رہے اور "تعلّق" اس لحاظ سے بنتا ہے کہ جو عظیم فنکار اس کام میں مصروف ہیں انہیں جتنی اور جس طرح کی اعانت کی ضرورت ہو حکومت ان کی مدد کرے۔ یہ مدد ان کی کتابوں کی اشاعت اور خرید و فروخت کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے اور ان کے نجی مسائل حل کرنے کے ذریعے بھی۔ مجھے معلوم ہے کہ ہمارے کئی جوہرِ قابل غربت کی چکّی میں پس رہے ہیں اور ان کی تخلیقات سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اہلِ قلم ایسے بھی ہیں جنہوں نے تحقیق میں جان مارتے مارتے اپنی زندگیاں گزار دی ہیں، لیکن وسائل کی کمی کی وجہ سے ان کی محنت کا پھل ابھی تک گمنامی کی تاریکی میں بند ہے۔ پھر ادیبوں کے مسائل کا سماجی پہلو بھی ہے۔ ادیب یا دانشور اپنے آپ کو کسی سماجی جزیرے میں بند کر کے تخلیق نہیں کر سکتا۔ اس کو بہرصورت ایک معاشرے میں رہنا ہوتا ہے جہاں دوسرے لوگ۔ کم ذہنی صلاحیتوں کے باوجود۔ آرام و آسائش کی زندگی بسر کرتے ہیں اور یہ دوگز زمین کا رونا روتے مر جاتے ہیں۔ ان مسائل کا کوئی بنا بنایا حل نہیں جسے حکومت اپنا کر ادیبوں کی تمام مشکلات بیک قلم ختم کر دے، لیکن ہماری کوشش ہے کہ جتنے مسائل بھی حل ہو سکیں، ضرور کریں۔ یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے جس کی شدت کم کرنے کے لئے حکومت کئی اقدامات کر سکتی ہے۔ ان اقدامات میں سے چند ایک کی طرف جناب ہوتی صاحب نے

اپنی تقریر میں اشارہ کیا ہے اور چند تجاویز اکیڈمی آف لیٹرز کے زیرِ غور ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں کی بہبود کے لئے حکومت ان تمام تجاویز پر پوری ہمدردی، سنجیدگی اور فراخدلی سے غور کرے گی۔

میرے خیال میں اس سے بہتر موقع کیا ہو گا کہ قلمکاروں کی بہبود کے لئے ایک رائٹرز ویلفیئر فنڈ (WRITERS WELFARE FUND) قائم کیا جائے جو معذور، ضعیف اور بے بس ادیبوں کی مالی اعانت کر سکے۔ میں اس فنڈ میں حکومت کی جانب سے پانچ لاکھ روپے کے عطیے کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ رقم آپ کے مشورے سے اکیڈمی آف لیٹرز خرچ کرے گی۔ اس فنڈ میں اگر خوشحال ادیب اور ادب دوست حضرات اضافہ کر سکیں تو یہ ایک عظیم قومی خدمت ہو گی۔

آخر میں، میں ایک بار پھر اکیڈمی آف لیٹرز کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے آپ سے ملاقات کرنے کا موقع دیا۔ جن نامور ادیبوں اور دانشوروں کو میں نے آج اعزازات دیئے ہیں، میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ ان اعزازات سے ان کی ہی نہیں میری بھی عزّت افزائی ہوئی ہے۔ یہ تمغے ان کی عظمت کا اعتراف اور ان کی خدمت کے لئے تشکّر کی علامت ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ آئندہ بھی اپنا قلم ملک و قوم کی سربلندی کے لئے استعمال کرتے رہیں گے۔

پاکستان پائندہ باد

آرمڈ کور سنٹر میں رجمنٹل کلر کی تقریب سے خطاب

۱۸ر اپریل ۱۹۷۹ء

۱۸ر اپریل ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے نوشہرہ میں آرمڈ کور سنٹر کو رجمنٹل کلر دینے کی تقریب سے خطاب کیا

تقریر سے پہلے انہوں نے پریڈ کا معائنہ کیا۔ اس موقع پر پریڈ کی طرف سے آرمڈ کور کی شاندار روایات کو سربلند رکھنے کے عزم کو دہرایا گیا۔

پرچم دینے کی تقریب روایتی انداز میں ہوئی۔ پرچم کو ڈرمز پر رکھا گیا۔ سنٹر کی مسجد کے پیش امام صاحب نے آیات قرآنی کی تلاوت کی اور اسلام اور پاکستان کی سربلندی کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جو آرمڈ کور کے کرنل کمانڈنٹ بھی ہیں پرچم دیا۔ تقریب میں صوبہ سرحد کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق بھی موجود تھے۔

افسروں اور جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے صدر نے پریڈ کی انتہائی تعریف کی اور کہا کہ ایسی پریڈ میں نے اپنی ۳۵ سالہ سروس میں بہت کم دیکھی ہے۔ پاکستان آرمی کی تاریخ اور ملکی دفاع میں آرمڈ کور سنٹر کے کردار اور اس کی خدمات کو صدر نے زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ یہ فوج کا واحد ادارہ ہے جسے بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی میزبانی کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ صدر نے رن کچھ کے معرکے اور جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء میں آرمڈ کور سنٹر اور اسکول سے تعلق رکھنے والے مجاہدوں کے کارناموں کا ذکر بھی کیا۔

تقریب کا اختتام مارچ پاسٹ پر ہوا۔ سنٹر کے کمانڈنٹ بریگیڈیئر محمد خضر حیات نے صدر کو ان کے دورے کی یادگار کے طور پر سنٹر کا نشان پیش کیا۔ اس موقع پر صدر مملکت نے سنٹر کا معائنہ کیا اور مسجد، چلڈرن ویلفیئر سنٹر اور جمنازیم دیکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

سنٹر کمانڈنٹ،

آفیسرز،

جے سی اوز،

جوانو

اور

مہمانانِ گرامی!

السلام علیکم۔ آج کی تقریب میں شرکت کر کے مجھے دوہری خوشی ہوئی ہے۔ خوشی کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آج مجھے آرمڈ کور سنٹر جیسے اہم ادارے کو رجمنٹل کلر دینے کا شرف حاصل ہوا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آج میں اپنے گھر یعنی "ہوم آف آرمر" میں پہنچ گیا ہوں۔

آج کی پریڈ اور اس تقریب کے دوسرے انتظامات دیکھ کر مجھے بہت خوشی

ہوئی ہے۔ ایسی پریڈ میں نے اپنی ۳۵ سالہ سروس میں بہت کم دیکھی ہے۔ یہ جان کر کہ آج کی پریڈ میں شامل چار میں سے تین دستے زیرِ تربیت رنگروٹوں پر مشتمل ہیں۔ اور بھی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ آپ کی یہ شاندار پریڈ، عمدہ ٹرن آؤٹ اور چاق و چوبند حرکات آپ کے اعلیٰ جذبے، بہترین تربیت اور انتھک محنت کی غمازی کرتی ہیں۔ آپ کا یہ جذبہ اور آپ کی یہ صلاحیت آپ کی پیشہ ورانہ کارکردگی میں اہم کردار ادا کرے گی۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے آرمڈ کور سنٹر کی تاریخ زیادہ پرانی نہیں۔ یہ سنٹر قیامِ پاکستان کے بعد یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو وجود میں آیا جب آرمڈ کور کا عملہ، افسر اور سازو سامان جنوبی ایشیا کے مختلف حصّوں میں بکھرا پڑا تھا۔ آپ نے جن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزر کر جگہ جگہ سے تنکے اکٹھے کر کے یہ آشیانہ بنایا اور اسے "ہوم آف آرمر" کا رتبہ دیا وہ قابلِ داد ہے۔ اس لگن اور جذبے سے اس محبّت کی عکاسی ہوتی ہے جو آپ کے دلوں میں آرمڈ کور، پاک فوج اور پورے ملک کے لئے موجزن ہے۔

آج سے کوئی تیس ۳۰ سال پہلے آرمڈ کور سنٹر نے جس کام کا آغاز کیا تھا وہ آج بھی جاری ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا دائرۂ کار بہت وسیع اور اس کا معیار بہت بلند ہوا ہے۔ انشاء اللہ اس میں مزید ترقی ہوتی جائے گی۔ گذشتہ تیس سالہ کارکردگی پر نظر ڈالیں تو یقیناً اطمینان اور فخر کے ساتھ آپ کا سر بلند ہو گا، آپ نے ایک تربیت گاہ کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو بڑی خوبی سے نبھایا ہے اور نباہ رہے ہیں۔

یوں تو سنٹر کو گذشتہ تیس سالوں میں کئی اعزازات ملے ہیں، لیکن میرے خیال میں اس کا سب سے بڑا اعزاز قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی میزبانی ہے۔ افواجِ پاکستان کے بہت کم ادارے ہیں جنہیں بانیٔ پاکستان کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ آپ کو یاد

ہو گا کہ انہوں نے ۱۳ر اپریل ۱۹۴۸ء کو یہاں کے سٹاف اور زیرِ تربیت رنگروٹوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"رسالے کو ہمیشہ فوج کے ہراول دستے کی حیثیت حاصل رہی ہے، گھوڑوں کے زمانے میں بھی اور آج کے مشینوں کے زمانے میں بھی رسالہ حملے کی قیادت کرتا ہے۔ یہ اہم کردار سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ رسالے میں جتنے افسر اور جوان ہوں سب کے سب چیدہ اور بہترین ہوں۔ تاہم ان کی صلاحیت کے بہترین مظاہرے کا انحصار بکتر بند دستوں کی بحیثیت مجموعی کارکردگی پر ہے۔"

آرمڈ کور سنٹر کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ اس نے زمانۂ امن میں اپنے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دیئے بلکہ زمانۂ جنگ میں بھی اہم خدمات انجام دیں۔ سب سے قابلِ ذکر "رن کچھ" اور "جنگ ستمبر" کے وہ معرکے ہیں جن میں آرمڈ کور سنٹر اور سکول کے عملے اور ٹینکوں نے بھرپور حصّہ لیا اور اپنی شجاعت اور پیشہ ورانہ مہارت کا لوہا منوایا۔

آج کل بھی آرمڈ کور ہماری برّی فوج کا سب سے توانا اور مؤثر بازو ہے۔ میدانِ جنگ میں اس کا اثر دیرپا اور اس کی ضرب، ضرب کاری ہوتی ہے۔ یہ دشمن کی دفاعی لائن توڑنے اور اس کے حوصلے پست کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ آرمڈ کور کے دستوں کی جنگی صلاحیّت کو مزید مؤثر بنایا جائے۔ اس مقصد کے لئے مشینوں کی حالت بہتر بنائی جا رہی ہے، لیکن جنگیں صرف مشینوں کے زور سے نہیں لڑی جاتیں۔ ان کا فیصلہ ان مشینوں کو چلانے والے مجاہد کرتے ہیں جن کی طاقت کا سرچشمہ ان کی قوتِ ایمان ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آرمڈ کور کے مجاہدوں کے ایمان پختہ، حوصلے بلند اور ولولے جوان ہیں اور وہ ہر آزمائش میں انشاءاللہ

قوم کی توقعات پر پورے اتریں گے۔

جنگ کے علاوہ آپ کی تاریخ میں دو اور سنگِ میل نظر آتے ہیں۔ ایک کا تعلق ۴ر اپریل ۱۹۶۳ء سے ہے جب اس وقت کے کمانڈر انچیف نے آپ کو نیشنل اسٹینڈرڈ عطا کیا تھا اور دوسرا آج کی اہم تقریب ہے جس میں آپ کو رجمنٹل کلر دیا گیا ہے۔ قومی پرچم اور رجمنٹل کلر دو ایسے اعزازات ہیں جن پر ہر فوجی یونٹ اور عسکری ادارہ بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ یہ اعزاز اُن اداروں کو دیئے جاتے ہیں جو اُن کے مستحق ہوتے ہیں اور فوج اور قوم کے اعتماد پر پورے اترتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں لگنے دیں گے اور جب بھی آزمائش کا کوئی وقت آیا آپ اپنی شاندار روایات کے مطابق عظیم قربانیاں دے کر ان کی عزت و حرمت کو بچا لیں گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے پرچم عطا کرنے کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ خود تاریخِ اسلام۔ پرچم عطا کرنے کی ابتدا خود رسولِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہاتھوں سے ہوئی۔ انہوں نے ۷ ہجری کو جنگِ خیبر کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اپنے ہاتھ سے پرچم عطا کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اس غزوہ میں کامیابی حاصل کر کے اس پرچم کی عظمت کو سربلند کیا۔

ہم اس اسلامی روایت کی پابندی کے ساتھ ساتھ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اسلام کو نافذ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے حکومت نے حال ہی میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے چند بنیادی اور ٹھوس اقدامات کئے ہیں اور انشاء اللہ مزید اقدامات کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا تو وہ وقت دُور نہیں جب ہم عسکری اور ملّی سطح پر اپنے آپ کو مکمل اسلامی سانچے میں ڈھالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

میں یہ شاندار تقریب منعقد کرنے پر آپ کو ایک بار پھر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قومی پرچم اور رجمنٹل کلر کی سربلندی کے لئے ہمّت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پاکستان پائندہ باد

گریجوئیشن پریڈ پی۔اے۔ایف اکیڈمی، رسالپور سے خطاب

۱۹ اپریل ۱۹۷۹ء

۱۹ اپریل ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے پاکستان ایئر فورس اکیڈمی کی گریجوئیشن پریڈ سے خطاب کیا۔ پریڈ میں پی اے ایف کے فلائٹ کیڈٹس کے ایک دستے کے علاوہ ۴ عرب کیڈٹ اور ۳ بحریہ کے افسر شامل تھے۔

جب صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق پاکستان ایئر فورس کے سربراہ ایئر مارشل محمد انور شمیم کے ہمراہ پریڈ کے معائنے کے لئے تشریف لائے تو پی اے ایف اکیڈمی کے کمانڈنٹ ایئر کموڈور محمود اختر نے ان کا استقبال کیا۔ صدر سلامی کے چبوترے پر پہنچے تو انہیں صدارتی سلیوٹ پیش کیا گیا، اس کے بعد فلائٹ کیڈٹس مارچ کرتے ہوئے چبوترے کے سامنے سے گزرے۔

صدر مملکت نے اپنی تقریر میں تعلیم اور پیشہ وارانہ تربیت کی اہمیت پر زور دیا اور ملکی دفاع میں فضائیہ کے کردار کے حوالے سے کیڈٹس کو تلقین کی کہ وہ اپنی پیشہ ورانہ تربیت کو خوب سے خوب تر بنانے کی طرف توجہ دیں۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے کیڈٹس کو پروازی بیج (FLYING BADGE) دیئے۔ اس کے بعد انعامات دیئے گئے۔ اعزازی تلوار فلائٹ کیڈٹ ونگ انڈر آفیسر سہیل گل خان کو دی گئی جنہیں بہترین آل راؤنڈ کیڈٹ قرار دیا گیا تھا۔ انہوں نے اصغر حسین گراؤنڈ سبجیکٹ ٹرافی اور دو مزید انعامات بھی حاصل کئے۔

بہترین پائلٹ کے لئے چیف آف ایئر سٹاف ٹرافی فلائٹ کیڈٹ انڈر آفیسر بدر السلام کو ملی۔

تقریب کا اختتام اکیڈمی کے "مشاق" اور T - 37 تربیتی طیاروں کی فلائی پاسٹ اور فضائی مظاہرہ سے ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

چیف آف ائیر سٹاف،
اکیڈمی کے کمانڈنٹ،
عملے کے ارکان،
گریجوئیٹنگ فلائٹ کیڈٹس
اور
خواتین و حضرات!

السلام علیکم۔ میرے لئے یہ بڑی خوشی اور عزت کا مقام ہے کہ آج مجھے چار ایسے کورسوں کی مشترکہ گریجوئیشن پریڈ میں شرکت کرنے کا موقع ملا ہے جنہوں نے پی اے ایف اکیڈمی میں ابتدائی ہوا بازی، اعلیٰ تعلیم اور جنرل سروسز کی تعلیم مکمل کرلی ہے اور اس ادارے کی اعلیٰ تربیت کا اثر آپ کی پریڈ، آپ کے ٹرن آؤٹ اور آپ کے پُراعتماد چہروں سے عیاں ہے۔ تربیت کا یہ معیار اور پی اے ایف میں کمیشن حاصل کرنے پر میں آپ کو

اور آپ کے اساتذہ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ آج کی تقریب میں وہ کیڈٹس خاص طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی نمایاں کارکردگی کی وجہ سے ہوابازی کے نشانات، بہترین پائلٹ کی ٹرافی اور اعزازی شمشیر جیتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں آئندہ بھی ایسی ہی کامیابیوں اور اعزازات سے نوازے۔

آج کا دن آپ کی زندگی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج آپ ابتدائی تربیت مکمّل کرنے کے بعد ایک ایسی دفاعی سروس میں شامل ہو رہے ہیں جس کی پیشہ ورانہ مہارت کو اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بھی خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس سروس نے زمانۂ جنگ اور زمانۂ امن میں ملک و قوم کی ایسی عظیم خدمات انجام دی ہیں کہ آج وطن کا ہر فرد اسے عزت اور تکریم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ مقام حاصل کرنے کے لئے ایئر فورس کو بڑے کٹھن مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ قیامِ پاکستان کے وقت ہماری فضائی طاقت برائے نام تھی، لیکن آج ہماری ایئر فورس دنیا کی بہترین طاقتوں میں شمار ہوتی ہے، اس کی اعلیٰ پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور فنی مہارت کی سبھی داد دیتے ہیں۔

سائز کے لحاظ سے ہماری فضائیہ بہت چھوٹی ہے اور اس کی ذمہ داریاں بہت بڑی ہیں۔ ہماری خواہش اور کوشش ہے کہ ہم اس کی طاقت میں اپنی ضروریات کے مطابق اضافہ کریں۔ اس ضمن میں ہماری کوششیں کامیاب بھی ہوئی ہیں اور ہماری ایئر فورس بتدریج مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہے لیکن ایک بات یاد رکھیئے کہ اگر ہم اپنے ملکی وسائل کی کمی کے باوجود اپنی فضائیہ میں مطلوبہ حد تک اضافہ کر بھی لیں پھر بھی ہمارے حریفوں کے مقابلے میں اس کا سائز کم رہے گا۔ اس کمی کو پورا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنی پیشہ ورانہ اہلیت کو خوب سے خوب تر بنانے کی طرف توجہ دیں

اور اپنی عددی کمی کو بہتر کارکردگی سے پورا کریں یعنی (QUANTITY) سے زیادہ (QUALITY) پر زور دیں۔

مجھے تسلیم ہے کہ جدید مشینوں اور جنگی جہازوں کے بغیر آج کل فضائی جنگیں نہیں جیتی جا سکتیں، لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ صرف جدید مشینوں سے ملکی دفاع کی گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔ دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب چھوٹی فضائیہ نے بہتر پیشہ ورانہ مہارت کے ذریعے دشمن کو نیچا دکھا دیا اور اعلیٰ ہتھیاروں سے لیس فضائیہ مائلِ پرواز ہونے سے پہلے زمین پر تباہ ہو گئی۔ مختلف جنگوں کے تجزیے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہتھیار اہم ہوتے ہیں، لیکن ان کو چلانے والے ان سے اہم تر ہوتے ہیں اور آخری لمحوں میں فتح و شکست کا انحصار پیشہ ورانہ مہارت اور اخلاقی قوت پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دوسری دفاعی سروسز کی طرح ہماری فضائیہ کا بھی مورال، اس کا جذبہ اور اس کی قوتِ ایمان بہت مضبوط ہے۔ یہی اوصاف ماضی میں بھی اس کا ساتھ دیتے رہے ہیں اور انشاء اللہ آئندہ بھی اسے کامیابی سے ہمکنار کرتے رہیں گے۔

ہماری دفاعی منصوبہ بندی میں فضائیہ کو بڑی کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ موجودہ دور میں مؤثر فضائیہ کے بغیر کامیاب دفاع کا تصوّر محال ہے۔ ہماری دفاعی تکون کا ایک اہم ضلع اور ہمارے دفاعی حصار کا ایک اہم ستون ہماری فضائیہ ہے۔ پیشہ ورانہ مہارت اور معیار دوسری دونوں سروسز کے لئے اطمینان اور اعتماد کا باعث ہیں اور تینوں سروسز کے مجموعی اعتماد سے قوم کو اعتماد ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری قوم قومی دفاع کے بارے میں پوری طرح متّحد اور ہماری مسلّح افواج پوری طرح تیار ہیں۔

ہماری تیاری کا مقصد کسی ملک کے خلاف جارحیت نہیں، ہم تمام ممالک بالخصوص اپنے پڑوسیوں کے ساتھ دوستانہ اور پُرامن تعلقات کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

لیکن ہم اپنے دفاع سے غافل بھی نہیں رہ سکتے۔ ہمیں اپنے اردگرد بدلتے ہوئے حالات کا پورا پورا احساس ہے اور ہم اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ ہیں۔

فضائی سرحدوں کے پاسبانو! دورِ حاضر میں حالات بدلتے دیر نہیں لگتی، وہ دن گئے جب جنگ کی ابتداء اور اس کے اختتام میں کئی سال لگ جاتے تھے۔ اب حالات بڑی سرعت سے بدلتے ہیں اور صرف وہی قومیں اپنی آزادی کا کامیابی سے دفاع کر سکتی ہیں جو حالات کی تیز رفتاری کا ساتھ دینے کی اہلیت رکھتی ہوں۔ ہمارے لئے یہ بات باعثِ اطمینان ہے کہ ہماری فضائیہ موجودہ تقاضوں سے پوری طرح آگاہ ہے اور اپنے فرائض انجام دینے کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آئندہ کبھی ہماری فضائیہ کو ملکی سالمیت کے لئے حرکت میں آنا پڑا تو یہ اپنی شاندار روایات پر عمل کرتے ہوئے اعلیٰ کارکردگی کی قابلِ رشک مثالیں قائم کرے گی۔ انشاءاللہ۔

خواتین وحضرات! یہ بڑی خوشی اور مسرّت کی بات ہے کہ پاک فضائیہ نے اپنی ضروریات کے افسر تیار کرنے کے علاوہ بحریہ کے کئی افسروں کو بھی ہوا بازی کی تربیت دی ہے اور وہ آج کی تقریب میں پی اے ایف کیڈٹس کے ساتھ تعلیم کی منزل مکمّل کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اکیڈمی نے ایسے کورسز میں بھی ہوا بازی اور دوسرے امور کی تعلیم مہیّا کی ہے جس میں عرب دنیا سے تعلق رکھنے والے کیڈٹس شامل تھے۔ یہ بڑی حوصلہ افزا اور قابلِ تحسین بات ہے۔ اکیڈمی کی ان کوششوں سے ہماری مسلح افواج میں تعاون کو فروغ ملنے کے علاوہ مشرقِ وسطیٰ کے برادر ملکوں کے ساتھ باہمی مفاہمت اور دوستی کو مضبوط تر کرنے میں مدد ملے گی۔

آخر میں، میں آپ سب کو پی اے ایف میں کمیشن پانے اور یہ شاندار تقریب منعقد کرنے پر مبارک باد دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ان

ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی ہمّت دے جو آج اپنے ذمے لے رہے ہیں، یاد رکھئے پاکستان کی فضائیہ کی روایات بڑی بے داغ اور بڑی شاندار ہیں۔ انہیں زندہ رکھنا اور مزید تابناک بنانا اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو!

افواجِ پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

پی-اے-ایف اکیڈمی، رسالپور کانووکیشن سے خطاب

۱۹راپریل ۱۹۷۹ء

۱۹راپریل ۱۹۷۹ء کو پاکستان ایئرفورس اکیڈمی کی گریجویشن پریڈ کے بعد اسی روز صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اکیڈمی کے کانووکیشن کی صدارت کی جس میں گریجویٹ کیڈٹس کو پشاور یونیورسٹی کی بی ایس سی کی ڈگری دی گئی۔

پی اے ایف اکیڈمی کی سترویں کانووکیشن سے خطاب کرتے ہوئے صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے جوانوں کے لئے تعلیمی قابلیت کی ضرورت واہمیت پر زور دیا اور انہیں تلقین کی کہ وہ تین باتوں پر خاص توجہ دیں:-

ایمان کی پختگی

تکنیکی مہارت اور

جدید علوم سے مسلسل رابطہ

صدر نے گریجویٹس کیڈٹس سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی سروس، اپنی قوم اور اپنے ملک کی خدمت اور اس کے ناموس کے تحفظ میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے۔

کانووکیشن میں اکیڈمی انعامات بھی دیئے گئے۔ بی ایس سی میں اول آنے پر گولڈ میڈل، فلائٹ کیڈٹ سارجنٹ احمد یار خان کو ملا۔ ایرو سائنس اور ہیومینٹیز دونوں میں اوّل آنے کا انعام فلائیٹ کیڈٹ ونگ انڈر آفیسر سہیل گل خان کو ملا۔

بڑی تعداد میں موجود مہمانوں میں وزیر دفاع میر علی احمد تالپور، سفارتی نمائندے اور ائیرفورس اور آرمی کے سینئر افسروں کے علاوہ گریجویشن کرنیوالے فلائٹ کیڈٹوں کے والدین بھی شامل تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

چیف آف ایئر سٹاف، ایئر مارشل انور شمیم،
اکیڈمی کے کمانڈنٹ،
تدریسی عملے کے اراکین،
ڈگریاں پانے والے کیڈٹس
اور
معزز خواتین و حضرات!

السلام علیکم۔ میں پی اے ایف اکیڈمی کی سترھویں کانووکیشن کی صدارت کو اپنے لئے انتہائی خوشی اور عزت کا باعث سمجھتا ہوں۔ میں ایئر چیف اور اکیڈمی کے کمانڈنٹ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا۔ میں ان کیڈٹس کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پیشہ ورانہ تعلیم کے ساتھ ساتھ درسی علوم میں گریجوئیشن کا

معیار حاصل کیا اور آج انہیں پشاور یونیورسٹی کی طرف سے بی ایس سی کی ڈگریاں دی گئی ہیں۔ میں خاص طور پر ان کیڈٹس کو لائق تحسین سمجھتا ہوں جنہوں نے تعلیمی انعامات یعنی پشاور یونیورسٹی کا طلائی تمغہ اور فضائی سائنس اور (HUMANITIES) میں اوّل آ کر دیگر انعامات حاصل کئے۔ اس کامیابی پر متعلقہ کیڈٹس کے علاوہ ان کے اساتذہ بھی مبارک باد کے مستحق ہیں جن کی راہنمائی، مشوروں اور ہدایات کے طفیل وہ یہ امتیاز حاصل کر سکے۔

زندگی میں تعلیمی ڈگری حاصل کرنا اور خاص طور پر پہلی ڈگری حاصل کرنا، ایک اہم اور عظیم واقعہ ہوتا ہے۔ میں خوشی کے اس موقع پر آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کی کامیابی کو قابلِ فخر کارنامہ سمجھتا ہوں، لیکن اس موقع پر میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ آپ آج کی کامیابی کو اپنی تعلیمی قابلیت کی انتہا سمجھنے کی بجائے اسے حصولِ علم کی ابتداء سمجھیں۔ علم کا میدان بہت وسیع ہے اور اس میں گریجوایشن کی ڈگری صرف آپ کو اس کا اہل بناتی ہے کہ آپ مزید تعلیم اپنے طور پر حاصل کر سکیں۔ بے شک اس سلسلے میں پاک فضائیہ بھی آپ کی وقتاً فوقتاً مدد کرتی رہے گی، لیکن آئندہ سالوں میں تعلیم و تربیت کا زیادہ تر انحصار آپ کی اپنی کوششوں پر ہوگا اب آپ پر منحصر ہوگا کہ آپ اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مصروفیات کے اوقات کا کیا استعمال کرتے ہیں۔ اگر آپ نے آج کی تقریب کو تعلیم کا اختتام سمجھ لیا تو آپ کا آئندہ وقت غیر تعلیمی مصروفیات میں صرف ہوگا لیکن اگر آپ نے اسے تعلیمی سفر کی طرف پہلا قدم سمجھا تو آپ کی فرصت کا ہر لمحہ علم کی طلب میں گزرے گا۔

آپ کیا پڑھیں اور کیا نہ پڑھیں اس کا فیصلہ اب آپ کو خود کرنا ہوگا کیونکہ آپ جسمانی اور ذہنی لحاظ سے ایک ایسی منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں آپ اپنا راستہ خود متعین کر سکتے ہیں۔ میں صرف یہ رائے دوں گا کہ آپ اپنے تعلیمی رجحانات میں اپنے

پیشے کو اوّلیت دیں، اس پر بجا طور پر فخر کریں، اس کی عظیم روایات کو اپنائیں اور اپنے آپ میں بہتر سے بہتر صلاحتیں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ علم کا ہر وہ شعبہ جو آپ کو بہتر ہواباز اور فضائیہ کا بہتر افسر بنا سکتا ہے، آپ کی توجّہ کا سب سے پہلے مرکز بننا چاہیئے، کیونکہ اگر آپ نے اپنے پیشے سے توجہ ہٹالی یا اسے کم تر حیثیت دی تو آپ زندگی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائیں گے، کیونکہ جدید علوم جن میں فنّی علوم بھی شامل ہیں کبھی ساکت یا جامد نہیں رہتے۔ ان کی مثال بہتے دریا کی سی ہے جس کا دھارا ہمیشہ آگے ہی بڑھتا رہتا ہے۔ جس طالب علم نے اس دھارے کا ساتھ نہ دیا اُسے اس دریا کی لہریں ایک ہی لپیٹ میں کنارے پر پھینک کر آگے بڑھ جائیں گی۔ ان لہروں کا ساتھ دینے کے لئے ہر وقت چوکس اور تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

علم حاصل کرنے کے لئے کئی ذرائع ہیں جن سے آپ بخوبی واقف ہوں گے آپ ان سب سے استفادہ کریں اور سب سے پہلے ان علوم سے واقفیت حاصل کریں جو آج تک بنی نوع انسان کی دسترس میں آچکے ہیں پھر بلاناغہ ان ایجادات اور انکشافات سے اپنے آپ کو باخبر رکھیں جو دنیا کے مختلف حصّوں میں آئے دن منظرِ عام پر آتے ہیں۔ قدیم اور جدید علوم سے واقفیت اشد ضروری ہے کیونکہ ایمان کے بعد علم سب سے بڑی طاقت ہے۔ آپ نے آواز سے تیز چلنے والی طاقتور مشینوں پر عبور حاصل کرنا تو سیکھ لیا لیکن جب تک آپ علم کی طاقت سے بہرہ ور نہیں ہوں گے آپ کی شخصیت نامکمل رہے گی۔ لہٰذا میرے خیال میں تین باتیں آپ کی خصوصی توجہ کی مستحق ہیں:-

(ا) ایمان کی پختگی

(ب) تکنیکی مہارت

اور

(ج) جدید علوم سے مسلسل رابطہ

ایمان کی پختگی پر یہاں زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ سچے مسلمان ہیں، آپ کا ایمان محکم ہے اور آپ کا جذبہ جوان ہے۔ پیشہ ورانہ مہارت کے بنیادی اصول بھی آپ اس اکیڈمی میں سیکھ چکے ہیں۔ کانووکیشن کے حوالے سے جس بات کی تاکید ضروری معلوم ہوتی ہے وہ رضاکارانہ طور پر علم حاصل کرنے کی عادت ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ آئندہ سالوں میں اس طرف خاص توجہ دیں گے۔

پیشہ ورانہ علوم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم سے بھی واقفیت بہت ضروری ہے کیونکہ انسانی شخصیت کی مکمل تربیت اور نشوونما اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان اپنے آپ کو علم کے ایک ہی حصہ میں مقید نہ کرلے۔ اگرچہ آج کا دور خصوصی مہارت یا (SPECIALISATION) کا دور ہے لیکن پھر بھی علم کو مختلف خانوں میں بند کرکے نہیں رکھا جا سکتا۔ علم کی مثال ایک درخت کی سی ہے جس کی مختلف شاخیں ایک ہی تنے سے پھوٹتی ہیں۔ اور ہر شاخ دوسری سے جدا ہونے کے باوجود اس سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

علم کو تجربے کے ساتھ ضم کرنے سے انسانی شخصیت میں ایک واضح اور قابلِ رشک نکھار آتا ہے اور انسان کی قائدانہ صلاحیتوں کو جِلا ملتی ہے جو لیڈر یا کمانڈر کو ہر آزمائش سے اعتماد کے ساتھ گزرنے کا اہل بناتی ہے۔ یہ صلاحیت آپ سے پہلے فضائیہ کے کئی افسر حاصل کرکے حیرت انگیز کارنامے انجام دے چکے ہیں۔ ان کی قائم کردہ روایات کو زندہ رکھنا اور آگے بڑھانا اب آپ کا کام ہے۔

جیسا کہ میں نے آج صبح پریڈ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا آپ ایک ایسی دفاعی سروس میں شریک ہو رہے ہیں جس کی کارکردگی کا معیار بہت اعلیٰ اور جس کی شہرت بہت بلند ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو اس سروس کا اہل ثابت کرنا ہے بلکہ اس کی ترقی و خوشحالی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ بھی لینا ہے۔ پاکستان کا مستقبل پاکستان فضائیہ سے، اور پاکستان فضائیہ کا مستقبل آپ سے وابستہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی سروس، اپنی قوم اور اپنے ملک کی خدمت اور اس کے ناموس کی حفاظت کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ آپ کو اپنے عزائم میں کامیاب فرمائے اور فضائیہ میں آپ کی شمولیت کو آپ کے لئے اور پاکستان ائیر فورس کے لئے فتح و نصرت کا باعث بنائے۔ آمین۔

پاکستان ایئر فورس زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، راولپنڈی میں پریس کانفرنس سے خطاب

۲۱ر اپریل ۱۹۷۹ء

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۱ر اپریل ۱۹۷۹ء کو نئی وفاقی کابینہ سے حلف اٹھانے کے بعد سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، راولپنڈی میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس موقع پر انہوں نے ملکی اور بین الاقوامی مسائل کے متعلق اخبار نویسوں کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔

کابینہ میں فوجی جرنیلوں کی شرکت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ وزارتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عسکری ذمہ داریاں بھی بدستور نبھاتے رہیں گے۔

انہوں نے قومی اتحاد کے سبکدوش ہونے والے وزیروں کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے نہایت بے لوث طریقے سے قوم و ملک کی خدمت کی ہے۔

انہوں نے کہا کہ صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے کی غرض سے آئین میں مناسب ترمیم کرنے پر غور کیا جا رہا ہے اور اس سلسلے میں حکومت کو اکثر سیاسی پارٹیوں کی حمایت حاصل ہے۔

۲۱ر اپریل ۱۹۷۹ء کو نئی وفاقی کابینہ کی حلف برداری کی تقریب کے بعد سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، راولپنڈی میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔

صدر نے اپنے ابتدائی خطاب میں پاکستان قومی اتحاد کے سبکدوش ہونیوالے وزراء کو خراجِ تحسین پیش کیا اور کہا کہ انہوں نے نہایت بے لوث طریقے سے قوم و ملک کی خدمت کی ہے۔

نئی کابینہ میں شامل فوجی حضرات کا ذکر کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ وہ اپنی وزارتی

ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اپنی عسکری ذمہ داریاں بھی بدستور انجام دیتے رہیں گے۔

پریس کانفرنس میں صدر نے مختلف ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر اظہار خیال کیا اور اخبار نویسوں کے سوالات کے جواب دیئے۔

ابتدائی خطاب میں صدر مملکت نے نئی کابینہ کے قیام کا پس منظر اور اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور مختلف وزراء کے محکموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ بحیثیت مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر میں اس کابینہ کا سربراہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کی حتمی تاریخ کا اعلان کیا جا چکا ہے اور جس طرح سابق کابینہ کے اراکین سے کہا گیا تھا اسی طرح موجودہ کابینہ کے اراکین سے بھی کہا گیا ہے کہ ۳۱ مئی کے بعد جو حضرات کابینہ میں شامل ہوں گے وہ آئندہ انتخابات میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کابینہ الیکشن کروانے اور اقتدار کی منتقلی کے لئے کام کرے گی۔

اس کے بعد صدر مملکت نے اخبار نویسوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

معزز حاضرین!

موجودہ حکومت کی یہ روایت رہی ہے کہ جب بھی کابینہ میں کوئی اہم ردّوبدل ہوا ہے، ہم نے اخبار نویسوں، صحافیوں اور پریس کو مدعو کیا ہے۔ آج چونکہ اس نئی کابینہ نے حلف اٹھایا ہے، اس لئے میں نے آپ کو یہاں تشریف لانے کی زحمت دی ہے تاکہ آپ نئے وزراء سے ملاقات کر سکیں اور میں بھی آپ کی خدمت میں کچھ عرض کر سکوں۔ میں پہلے چند باتیں کابینہ، اُس کے پس منظر اور مقاصد کے بارے میں عرض کروں گا۔ پھر انشاء اللہ آپ لوگوں کے سوالات کے جوابات دوں گا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنی پہلی تقریر میں یہ نشاندہی کی تھی کہ ہماری منزل جمہوریت ہے۔ اگرچہ اس منزل تک پہنچنے کے لئے ہم نے جو ٹائم ٹیبل وضع کیا تھا اس میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے ردّوبدل کرنا پڑا، لیکن بنیادی مقصد ہماری نظروں کے سامنے رہا۔ اس مقصد

کی طرف پیش قدمی کرنے کے ساتھ ساتھ ہم نے دو اور پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دی۔ اولاً معیشت کی بحالی جو کہ ہمیں بڑی بُری حالت میں ملی تھی اور ثانیاً اسلامی نظام کا نفاذ جو کہ معیشت کی بحالی سے زیادہ ضروری اور ہمارے عوام کی امنگوں کی معراج ہے۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ ہم نے پہلے ایک سال تک فوجی مشیروں اور فنّی ماہرین کے ساتھ ان مقاصد کے لئے کام کیا، لیکن انتخابات میں تاخیر کی وجہ سے ہم نے سوچا کہ سیاسی پارٹیوں کو بھی حکومت میں شرکت کی دعوت دی جائے تاکہ ہم سب مل کر قومی مقاصد کے لئے کام کر سکیں۔ چنانچہ میں نے قومی حکومت بنانے کے لئے تمام سیاسی رہنماؤں کو یہ پیش کش کی۔ بعض پارٹیوں نے حکومت سے باہر رہنا مناسب سمجھا، جبکہ قومی اتحاد نے ہماری پیش کش قبول کرلی۔ اتحاد کے نامزد کردہ وزیروں سمیت نئی کابینہ نے پچھلے سال اگست میں حلف اٹھایا تھا۔ انہوں نے گذشتہ آٹھ مہینوں میں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق بڑی محنت اور جذبۂ خدمت سے کام کیا۔ میں اُن کی خدمات کا اعتراف کرتا ہوں اور اُن کے تعاون کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی یہ اعلان کرنے میں بھی بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے اپنی استطاعت اور استعدادِ کار سے زیادہ محنت کر کے قوم و ملک کی خدمت کی ہے۔ میرے خیال میں اُن کے اس جذبۂ خدمت کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔

اب ہم ایک نئے دَور کا آغاز کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی ۲۳ مارچ کی تقریر میں انتخابات کی حتمی تاریخ کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا تھا کہ آئندہ انتخابات مسلّح افواج اور عدلیہ کی نگرانی میں ہوں گے اور یہ انتخابات انشاء اللہ آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے۔ چنانچہ میں نے قومی اتحاد کو مطلع کیا کہ الیکشن سے کچھ عرصہ پہلے کابینہ توڑ دی جائے گی اور حکومت میں صرف وہی وزیر رہیں گے جو آئندہ انتخابات میں حصّہ

نہیں لیں گے۔ قومی اتحاد کے لیڈروں نے آپس میں صلاح و مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ انہیں ابھی اقتدار سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ میں نے ان کے فیصلے کو منظور کیا اور قومی اتحاد کے وزیروں کو مستعفی ہونے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آج وہ پرانی کابینہ سبکدوش ہو گئی۔ نئی کابینہ میں چند آزاد سیاسی حضرات بھی شامل ہیں۔ میں نے اُن کو اختیار دیا ہے کہ وہ ۳۱ / مئی تک یا اس کے لگ بھگ یہ فیصلہ کریں کہ وہ آئندہ انتخابات میں حصّہ لینا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر انہوں نے الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا تو وہ بھی کابینہ سے مستعفی ہو جائیں گے کیونکہ موجودہ کابینہ میں صرف وہی اشخاص رہ سکیں گے جو کسی سیاسی پارٹی سے متعلق نہ ہوں یا عملی سیاست میں سرگرم نہ ہوں۔ اس کے علاوہ نئی کابینہ میں کچھ افراد مسلّح افواج سے بھی لیئے گئے ہیں۔ اُن میں سے اکثر پہلے ہی سے عسکری زندگی میں میری مدد کرتے رہے ہیں۔ اب وہ اپنے فوجی فرائض کے ساتھ ساتھ کابینہ میں بھی کام کریں گے۔

نئی کابینہ کا سائز پہلی کابینہ سے چھوٹا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو سرکاری اخراجات میں کفایت شعاری کا مظاہرہ کرنا ہے اور دوسری وجہ یہ احساس ہے کہ بعض وزارتوں میں اتنا کام نہیں ہے کہ اُن کے لئے علیحدہ ہمہ وقتی وزیر مقرر کئے جائیں۔ نئی کابینہ کُل پندرہ ارکان پر مشتمل ہے۔ ان میں تیرہ وفاقی وزراء اور دو وزرائے مملکت ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ مشیر بھی مقرر کئے گئے ہیں۔ اب میں نئے وزراء کے نام اور اُن کے قلمدانوں کی تقسیم آپ کے سامنے پیش کیئے دیتا ہوں۔ آپ کو علم ہوگا کہ ہمارے وزراء کی سینیارٹی کا تعین ان کے ناموں کے حروفِ تہجی کی ترتیب سے کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اُن کی ترتیب یوں ہے۔

علی احمد تالپور صاحب بدستور وزیر دفاع رہیں گے۔

لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی کے پاس محنت اور افرادی قوت، پٹرولیم اور قدرتی وسائل، شمالی علاقہ جات اور امور کشمیر کے محکمے ہوں گے۔ ایئر مارشل انعام الحق خان پانی، بجلی، ہاؤسنگ اور تعمیرات کے وزیر ہوں گے۔ لیفٹیننٹ جنرل غلام حسن خان وزارتِ صنعت اور وزارتِ پیداوار کے انچارج ہوں گے۔

غلام اسحاق خان بدستور وزیرِ خزانہ رہیں گے۔ پلاننگ کمیشن کا چیئرمین میں خود ہوں جبکہ پروفیسر خورشید احمد اس کے ڈپٹی چیئرمین تھے۔ اب یہ ذمہ داری بھی غلام اسحاق خان نبھائیں گے۔ اس کے علاوہ وزارتِ تجارت بھی ان کے پاس ہو گی۔

محمد علی ہوتی صاحب حسبِ سابق وزیرِ تعلیم رہیں گے۔

ریئر ایڈمرل محمد فاضل جنجوعہ کابینہ میں نئے وزیر کی حیثیت سے شامل ہو رہے ہیں۔ وزارتِ خوراک وزراعت اور امدادِ باہمی کی وزارت کا قلمدان اُن کے پاس ہوگا۔

امورِ داخلہ، مذہبی امور اور اقلیتی امور کی وزارتوں کے انچارج جناب محمود ہارون ہوں گے۔ اس کے علاوہ سیاسی امور کا قلمدان جو کہ پہلے چودھری ظہور الٰہی کے پاس تھا اب اِن کے پاس ہوگا۔

میجر جنرل جمال سید میاں، ریلوے، بلدیاتی اداروں اور دیہی ترقیات کے وزیر ہوں گے۔

شریف الدین پیرزادہ اٹارنی جنرل کے فرائض انجام دیں گے۔ اس کے علاوہ پارلیمانی امور کا ایڈیشنل چارج بھی اُن کے پاس ہوگا۔

محیّ الدین بلوچ پہلے کی طرح وزیرِ مواصلات رہیں گے اور جاوید ہاشمی جو پہلے

وزیرِ مملکت تھے اب مکمل وزیر کی حیثیت سے ثقافت وسیاحت کے وزارت کے انچارج ہوں گے۔ میجر جنرل (ریٹائرڈ) شاہد حامد وزیرِ اطلاعات و نشریات ہوں گے۔ وزرائے مملکت بدستور وہی دو حضرات ہوں گے۔ حمید ڈی حبیب صاحب ایکسپورٹ پروموشن بیورو کے ذمہ دار ہیں اور محمود علی صاحب نیشنل کونسل آف سوشل ویلفیئر کے انچارج ہیں۔

ان کے علاوہ جناب جسٹس حمود الرحمٰن آئینی امور، آغا شاہی خارجہ امور، ڈاکٹر ایم افضل تعلیمی امور، معظم علی سمندر پار پاکستانیوں کے امور اور حکیم محمد سعید طبّ کے مشیر ہوں گے جبکہ بیگم وقار النساء نون پاکستان ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کی چیئرمین ہوں گی۔ خارجہ امور، صحت اور آبادی، سائنس اور ٹیکنالوجی، ریاستیں اور سرحدی امور، کیبنٹ ڈویژن، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن اور پلاننگ کمیشن کا چارج ذاتی طور پر میرے پاس ہوگا۔ بحیثیتِ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر میں اس کابینہ کا سربراہ ہوں گا۔

نئی کابینہ کے تین پہلو قابلِ ذکر ہیں جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ نئی کابینہ میں جو حضرات ۳۱ رمئی کے بعد شامل رہیں گے وہ آئندہ انتخابات میں حصّہ نہیں لے سکیں گے۔ یہ کابینہ الیکشن کروانے اور اقتدار منتقل کرنے کے لئے کام کرے گی۔ اس کے علاوہ اس کابینہ کو وہ تمام اختیارات حاصل ہوں گے جو آئین کے تحت وزراء کو حاصل ہوتے ہیں۔

یہ تھا میرا مختصر بیان۔ اب اگر آپ حضرات کوئی سوال پوچھنا چاہیں تو بڑے شوق سے پوچھ سکتے ہیں۔

سوال: جنابِ والا! گمان کیا جاتا ہے کہ قومی اتحاد کے وزراء کو حکومت چھوڑنے کے لئے کہا گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے وزارتوں سے علیحدگی اختیار کرلی

ہے۔ کیا اس کے متعلق آپ کوئی وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: میرے خیال میں اگر آپ اس کی وضاحت اُن سے پوچھ لیں تو بہتر ہو گا۔ جو چیز میرے علم میں تھی اُس کا ذکر میں نے کر دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے بھی میری بات سن لی ہو گی۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کا علم نہیں۔

سوال: جنابِ والا! آپ نے اعلان فرمایا ہے کہ ۱۹۷۲ء سے لیکر آج تک جو لوگ حکومت میں شامل رہے ہیں ان سب کا احتساب ہو گا۔ کیا آج سبکدوش ہونے والے وزراء کا احتساب کرنا بھی آپ پسند کریں گے؟

جواب: احتساب کے اس سلسلے میں مَیں خود بھی شامل ہوں، وزراء تو پھر بھی وزراء ہیں۔ احتساب کے لئے جو تاریخ ہم نے مقرر کی ہے اس کے مطابق ۱۹۷۲ء کے بعد جو بھی وزیر بنے گا یا جو بھی برسرِ اقتدار آئے گا، میرے سمیت اُن سب کا احتساب ہو گا۔ اگر اس لحاظ سے گذشتہ وزراء میں سے کسی کے خلاف کوئی شکایت پائی جاتی ہے تو لازمی بات ہے کہ اُن کا احتساب ہو گا۔ احتساب کے عمل سے کوئی بھی مبّراء نہیں۔

سوال: جو کابینہ آج سبکدوش ہوئی ہے اس کا حلف اٹھاتے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ اس میں شامل افراد اپنے اپنے اثاثوں کے ڈیکلریشن فائل کریں گے۔ انہوں نے اس وقت یہ ڈیکلریشن فائل بھی کئے تھے۔ کیا اب دوبارہ ان سے اس بات کے ڈیکلریشن لئے جائیں گے کہ وزارت میں آنے سے پہلے اُن کی جائیداد کتنی تھی اور اب کتنی ہے؟

جواب: نہیں۔ ابھی تک ہم نے کوئی ایسا پروگرام نہیں بنایا ہے، لیکن جہاں تک مجھے ذاتی علم ہے اور مجھے ظاہری وسائل سے معلوم ہوا ہے کیونکہ

غیب کا علم تو صرف خداوند تعالیٰ کو ہے، تو مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان میں سے کسی نے اپنی سرکاری حیثیت سے فائدہ اٹھانے کی بجائے جیب سے کچھ نہ کچھ خرچ کیا ہوگا تو میرے خیال میں اس لحاظ سے آپ کو مطمئن رہنا چاہیئے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ احتساب کے عمل سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر کسی کے خلاف کوئی مواد ملا یا کوئی صاحب پیش کر سکے تو اس کا بھی احتساب ہوگا۔ ہم ان سے کوئی نئے ڈیکلریشن نہیں لے رہے۔

سوال: کیا انتخابات سے پہلے، آپ نے بلدیاتی اداروں کے انتخابات کروانے کے لئے کسی تجویز کو آخری شکل دی ہے ؟

جواب: میرا نقطۂ نظر اور مؤقف ہمیشہ یہ ہے اور یہ رہا ہے، لیکن اس چیز کا جائزہ لیا جا رہا ہے اور انشاء اللہ وقت آنے پر آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔

سوال: قومی اتحاد کے رہنماؤں نے یہ کہا ہے کہ آپ لیگل فریم ورک آرڈر قسم کا کوئی ضابطہ وضع کرنے والے ہیں۔ کیا آئین کی موجودگی میں کسی ایسے ضابطے کی ضرورت ہے ؟

جواب: آئین کی موجودہ شقوں کے ساتھ اگر ہم سیاسی پارٹیوں کو کسی ڈسپلن یا فریم ورک آرڈر کے تحت لا سکیں تو میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا۔ اس چیز کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ اب ہمیں آئینی امور طے کرنے کے لئے ایک نہایت اعلیٰ قابل اور فائق ہستی جناب حمود الرحمٰن صاحب کا تعاون حاصل ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں اُن سے صلاح مشورے کے بعد میں بیان دوں گا۔ ہماری کوشش ہے کہ سیاسی پارٹیوں کو کسی خاص

طریقے سے کسی خاص ڈسپلن کے تحت لایا جائے تاکہ گذشتہ انتخابات میں جو خامیاں اور کمزوریاں محسوس کی گئی ہیں اُن کا دوبارہ اعادہ نہ ہو۔

سوال: کیا اس سے ہم یہ مطلب اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ آرمی کے لئے کوئی آئینی کردار کا تعین کیا جا رہا ہے؟

جواب: اس چیز سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن وہ بات اپنی جگہ اہمیّت کی حامل ہے۔

سوال: کیا دستور میں کوئی ترمیم کی جا رہی ہے؟

جواب: دستور میں ترمیم کے سلسلے میں جو موٹی موٹی چیزیں ہیں میں اُن کا ذکر پہلے کئی مرتبہ کر چکا ہوں اور آج اسے پھر دہرا رہا ہوں۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ منتخب وزیرِاعظم اور منتخب صدر کے اختیارات میں توازن کیسے قائم کیا جائے۔ یہ مسئلہ ہمارے زیرِ غور ہے۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو انشاءاللہ انتخابات سے پہلے آئین میں ضرور ترمیم کی جائے گی۔

سوال: سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی انتخابات سے کتنے مہینے پہلے اٹھائی جائے گی؟

جواب: اس کا ذکر میں اپنی ۲۳ر مارچ کی تقریر میں کر چکا ہوں، لیکن ایک چیز کی نشاندہی میں ضرور کر دینا چاہتا ہوں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ انتخابی مہم کو جتنا بھی مختصر کر سکیں اتنا ہی اچھا ہے کیونکہ گذشتہ سات سال سے ہم انتخابی سرگرمیوں ہی میں مصروف رہے ہیں۔

سوال: کیا احتساب کا عمل الیکشن سے پہلے مکمل ہو جائے گا؟

جواب: احتساب کا عمل ابھی جاری ہے اور انشاء اللہ الیکشن سے پہلے اور بہت پہلے مکمل ہو جائے گا۔

سوال: اور پھر اس کے بعد وہ دوسرا مرحلہ کب شروع ہو گا کہ جن لوگوں کو نااہل قرار دیا جائے گا اُن کی جائیدادیں ضبط کر لی جائیں گی اور انہوں نے قومی خزانے کو جو نقصان پہنچایا ہے اس سلسلے میں اُن سے بازپرس ہو گی؟

جواب: میرے خیال میں وہ دوسرا عمل نہیں ہے بلکہ اسی احتساب کے عمل کا ایک حصّہ ہے، وہ بھی ہمارے زیرِ غور ہی نہیں بلکہ زیرِ عمل ہے، لیکن اس میں قانونی مشکلات ہیں جس کی وجہ سے گاڑی اتنی تیز نہیں چل سکی ہے۔ انشاء اللہ ہم اس عمل کو بھی مکمّل کریں گے۔

سوال: گذشتہ دور میں برسرِاقتدار رہنے والی پارٹی کے ارکان کا جو احتساب آپ نے شروع کیا ہے اس کی رفتار ابھی تک سُست ہے۔ کیا اس میں بھی تیزی پیدا کرنے کا کوئی ارادہ ہے؟

جواب: کوشش تو ہماری بہت ہے کہ وہ عمل نہ صرف تیز ہو بلکہ جلد سے جلد ختم بھی ہو تاکہ لوگوں کو یقین ہو کہ جن جن لوگوں کا احتساب ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اور اس عمل کو آئندہ حکومت بھی جاری رکھ سکتی ہے، لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس میں کچھ قانونی رکاوٹیں حائل ہیں، ان رکاوٹوں کو ہٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ احتساب کا یہ عمل جتنا جلدی ختم ہو سکے اتنا ہی اچھا ہے۔

سوال: سرکاری طور پر آپ نے جو وائٹ پیپر جاری کئے تھے، اُن میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان میں سے کئی افراد کا احتساب ابھی تک شروع

نہیں ہوا ہے ؟

جواب: ہاں، لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جن لوگوں کا ذکر وائٹ پیپر میں ہے ان کے احتساب کا عمل شروع نہیں ہوا اس لئے احتساب کا عمل سُست ہے۔ میں یہ مانتا ہوں کہ احتساب کا عمل سُست ہے لیکن میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ قانونی رکاوٹوں کو دُور کر کے ہم اس کو جلد سے جلد مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: امریکہ نے پاکستان کی جو اقتصادی امداد بند کی ہے اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے ؟

جواب: میرے خیال میں امریکہ نے ہماری اقتصادی امداد بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو اسے اس کا حق حاصل ہے، وہ ایک خود مختار ملک اور سُپر پاور ہے، ان کے اپنے مسائل ہیں اور اگر وہ کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو وہ اس سلسلے میں خود مختار ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے۔ احسان ان معنوں میں کہ اب قوم میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ہمّت پیدا ہو گی اور بیساکھیوں کے سہارے چلنے کی عادت ختم ہو جائے گی۔ اگر قوم متحد ہو جائے اور اپنے آپ میں قربانی کا جذبہ پیدا کرے تو میرے خیال میں امریکہ نے ہم پر ایک بڑی عنایت کی ہے۔ ہمارے ساتھ انہوں نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے میں اس مسئلے کو اس نقطہ نظر سے دیکھتا ہوں۔

سوال: اس سے ملک کے ترقیاتی پروگرام تو متاثر نہیں ہوں گے ؟

جواب: جناب! دیکھئے، اگر اس قوم کو اللہ تعالیٰ قربانی کا جذبہ دے تو اس میں

بہت سی صلاحیتیں موجود ہیں ۔ انشاء اللہ قوم متحد و متفق ہو کر اس فیصلے سے پیدا ہونے والی مالی مشکلات کا مقابلہ کرے گی اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس سلسلے میں چند ایک اقدامات ہم پہلے ہی کر چکے ہیں ۔ مثلاً ہم آٹے سے چھوٹ (SUBSIDY) اٹھا رہے ہیں اور یہ پہلا قدم ہے گندم چونکہ ہم نے باہر سے خریدی ہے اور امریکہ نے ہماری اقتصادی امداد بند کر دی ہے، اس لئے ہم نے قوم کو پکارا ہے کہ آیئے اب قربانی دینے کا موقع آ گیا ہے ۔ اب گندم جس بھاؤ سے خریدی جائے گی، آٹا بھی اسی بھاؤ سے فروخت کیا جائے گا لیکن اس کے باوجود حکومت فی من پر آٹھ سے دس روپے چھوٹ دے گی ۔ مجھے قوم پر بہت زیادہ یقین اور اعتماد ہے ۔ انشاء اللہ ہم ان معمولی قسم کی تکالیف کو برداشت کر لیں گے جو کہ بعض لوگ ہمارے لئے پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

سوال: قوم کو آپ نے قربانی دینے کے لئے پکارا ہے اور قوم بقول آپ کے، اس آزمائش میں ہمیشہ پوری اتری ہے، لیکن کیا یہ عمل صاحب اقتدار لوگوں اور حکومت کے سکرٹریٹ میں بیٹھے ان بڑے بڑے لوگوں سے شروع نہیں کیا جا سکتا جو سارا دن کاریں دوڑاتے پھرتے ہیں ؟

جواب: آپ نے غور کیا ہو گا یا نہیں، لیکن ہم نے اس طرف بھی توجہ دی ہے اور ہم نے بڑی بڑی کاروں کی بجائے چھوٹی کاروں کا استعمال شروع کر دیا ہے ۔ ہم نے وہ تمام اقدامات کئے ہیں جس سے حکومت کے اخراجات میں کمی ہو سکے ۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ پچھلے وزراء میں سے بعض نے اپنی تنخواہیں تک نہیں لی ہیں اور بعض نے اپنی مرضی سے

اپنی تنخواہوں میں کمی کر دی تھی، لیکن پھر بھی میں آپ کی یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ اب بھی حکومت کے بعض ایسے محکمے ہیں جن کے اخراجات میں کمی کی جا سکتی ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ حکومت کے اخراجات کو زیادہ سے زیادہ کم کیا جائے۔

سوال: جناب! کبھی آپ نے اس پر غور کیا ہے کہ سابقہ کابینہ میں جو وزیر شامل تھے ان میں سے کن کن وزیروں نے بیرونی ممالک کے کتنے دورے کئے اور انہوں نے ملک کے لئے پچھلی حکومتوں کے مقابلے میں کونسا قابلِ ذکر کام کیا؟

جواب: میں نے اس کا جائزہ نہیں لیا ہے، لیکن ایک بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری آپ ان پر نہیں ڈال سکتے بلکہ اس کا ذمہ دار میں ہوں۔ حکومت کی طرف سے جب بھی کوئی شخص باہر گیا ہے وہ میری اجازت سے گیا ہے۔ خواہ اُسے کسی وفد کے ساتھ بھیجا گیا ہے یا وہ کسی اور سرکاری غرض کے انجام دہی کے لئے گیا ہے۔ آپ کسی وزیر کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں وزیر باہر دس دفعہ ہو کر آیا ہے۔ اگر ان کے دس دفعہ باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی تو اُسے اجازت میں نے دی ہے اور اگر آپ کے خیال میں یہ عمل غلط تھا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے نہ کہ ان پر۔

سوال: آپ انتخابات سے پہلے آئین میں کس قسم کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: میرے کوئی سیاسی عزائم نہیں۔ یہ بات میں واضح طور پر کہہ چکا ہوں اور آج پھر میں اعلان کرتا ہوں کہ میرے کوئی ذاتی سیاسی عزائم نہیں ہیں۔ میں کسی سیاسی عہدے کا انتخاب نہیں لڑوں گا، لیکن جہاں تک آئین

میں ترمیم کا سوال ہے تو اس سلسلے میں سب سے اہم بات جو میرے ذہن میں ہے وہ یہ ہے کہ منتخب وزیراعظم اور منتخب صدر کے اختیارات میں توازن کیسے پیدا کیا جائے۔ فی الحال ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق صدر کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ سابقہ تجربہ اس بات کا متقاضی ہے کہ حالات کو سدھارنے کے لئے کوئی ایسا متبادل راستہ ہونا چاہیئے کہ اگر صدر کو اصلاحِ احوال کی خاطر کچھ آئینی اختیارات حاصل ہوتے تو مجھے یقین ہے کہ ہمیں ۵ جولائی کی صورتِ حال سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔

سوال: اگر صدر اور وزیرِاعظم ایک ہی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں تو آپ ان کے درمیان طاقت کے توازن کے امکان کا ذکر کیونکر کر سکتے ہیں؟

جواب: عین اسی صورتِ حال سے ہم آج کل گزر رہے ہیں اور اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے کے لئے ۱۹۷۳ء کے آئین میں کس قسم کی ترمیم کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا صدر کو بدستور پارلیمنٹ منتخب کرے گی؟

جواب: جی ہاں۔ موجودہ آئین کے تحت صدر کا انتخاب پارلیمنٹ کرتی ہے۔ میرے ذہن میں فی الحال اس سلسلے میں کوئی تجویز نہیں ہے لیکن اگر ضروری ہوا تو ہم آرڈیننس نافذ کر کے اس میں ترمیم کریں گے۔ مروّجہ پارلیمانی طریقۂ کار اور ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق صدر کا انتخاب اکثریتی پارٹی سے کیا جاتا ہے۔

سوال: کیا اس مسئلے پر آپ کوئی ریفرنڈم کریں گے؟

جواب: میں اس مسئلے پر ریفرنڈم کرانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

سوال: لیکن آئین میں ترمیم کا حق تو صرف منتخب اسمبلی کو حاصل ہے۔ کیا منتخب اسمبلی اس ترمیم کو برقرار رہنے دے گی؟

جواب: نہیں جناب۔ مجھے وضاحت کرنے دیجئے۔ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ میں نے تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ اکثر سیاسی پارٹیاں میرے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ آئین میں اس خصوصی پہلو سے متعلق ترمیم کی جائے۔ صرف ایک یا دو سیاسی پارٹیاں ایسی ہیں جنہوں نے ذاتی طور پر تو مجھے کہا ہے کہ ٹھیک ہے، ترمیم کیجئے لیکن باہر جا کر وہ یہ کہتے ہیں کہ آئین میں ترمیم نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر اب آئین میں کوئی ترمیم ہو گی تو وہ صرف میں ہی کروں گا، لیکن اگر اسے کسی سیاسی حکومت کے لئے چھوڑ دیا گیا تو اس میں کبھی بھی ترمیم نہیں کر سکے گی کیونکہ انہیں آج کی طرح کبھی بھی دو تہائی اکثریت حاصل نہیں ہو گی۔ چنانچہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سلسلے میں مجھے اگر تمام کی نہیں، تو اکثر سیاسی پارٹیوں کی حمایت حاصل ہے۔ اگر میں نے ایک دفعہ یہ فیصلہ کیا کہ آئین میں کس نوعیت کی ترمیم ہونی چاہیئے تو میں تمام سیاسی پارٹیوں سے رابطہ قائم کروں گا۔ میں نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔ تمام پارٹیوں کے ساتھ ایک ساتھ تبادلۂ خیال کی غرض سے گول میز کانفرنس بھی بلائی جا سکتی ہے اور ہر پارٹی کے ساتھ علیحدہ ملاقات بھی ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہر وہ قدم اٹھاؤں گا جس کی اجتماعی صورتِ حال متقاضی ہو۔

سوال: وفاقی منصوبہ بندی کمیشن نے ملکی معیشت کے متعلق اپنی رپورٹ منظوری

کے لئے آپ کو پیش کر دی ہے۔ کیا آپ اس پر کوئی تبصرہ کرنا پسند فرمائینگے؟

جواب: اس سلسلے میں آج کے اخبارات میں کچھ غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ منصوبہ بندی کمیشن نے ابھی تک مجھے اپنی رپورٹ پیش نہیں کی ہے، اگرچہ یہ تیاری کے آخری مراحل میں ہے۔ پروفیسر خورشید نے مجھے بتایا ہے کہ یہ رپورٹ جمعرات کے بعد میرے پاس بھیجنے کے لئے تیار ہو گی۔

سوال: کیا مارشل لا انتخابات سے پہلے اٹھا دیا جائے گا؟

جواب: نہیں۔ مارشل لا نئی حکومت کے اقتدار سنبھالنے کے بعد اٹھایا جائے گا۔

سوال: کیا پیپلز پارٹی کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت ہوگی؟

جواب: ہم کسی پارٹی کے خلاف نہیں ہیں۔

سوال: کیا بے نظیر بھٹو انتخابات میں حصّہ لینے کے لئے نا اہل قرار دی جائیں گی اور کیا اُسے اس غرض سے نظر بند کیا گیا ہے؟

جواب: اُن کی نظر بندی اور نا اہلی دو مختلف چیزیں ہیں۔ وہ حکومتِ پنجاب کے احکامات کے تحت امنِ عامہ میں خلل ڈالنے کے جرم میں گرفتار کی گئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد رہا ہو جائیں گی۔

سوال: کیا وہ رہا کر دی جائیں گی؟

جواب: وہ رہا ہوں گی کیونکہ آپ کسی کو ہمیشہ کے لئے نظر بند نہیں رکھ سکتے۔

سوال: آئین میں ترمیم کرتے ہوئے آپ مسلح افراد کے لئے کس نوعیت کا کردار متعین کرنا پسند کریں گے؟

جواب: یہ بات میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں اور اب بھی اسے دُہرانے میں باک محسوس نہیں کرتا کہ اس وقت ملک میں واحد مستحکم ادارہ مسلح افواج ہیں۔

یہ مسلح افواج قومی سلامتی کی ضامن ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات نہایت اہم اور ضروری ہے کہ ملک کو متحد رکھنے کے لئے کوئی فورس ہو۔ ملک کو متحد رکھنے والی فورس مسلح افواج ہی ہیں۔ اس لئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی آئینی کردار ہو تاکہ اگر پھر کبھی سیاسی بحران پیدا ہو تو پھر مسلح افواج آگے بڑھ کر مختصر عرصے میں بحران کو حل کریں اور پھر بیرکوں میں واپس چلی جائیں تاکہ ہم بار بار پھر اس صورتِ حال سے دوچار نہ ہوں جس سے ۱۹۵۳ء، ۱۹۵۸ء، ۱۹۶۹ء، اور ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو دوچار ہوئے تھے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے اور میں اس پر کام کر رہا ہوں لیکن میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ میں اُس وقت ہی کوئی فیصلہ کروں گا جب تمام سیاسی پارٹیوں کے ساتھ رابطہ قائم کرلوں۔

سوال: یہ تاثر عام ہے کہ آج آپ نے اپنی کابینہ کو باعزت طور پر سبکدوش کر کے ایک اچھی مثال قائم کی ہے۔ کیا آپ اس روایت کو آئندہ بھی قائم رکھیں گے اور پچھلی کابینہ کے بعض وزراء نے اپنی وزارتوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ذاتی طور پر جو فیصلے کئے تھے کیا ان پر بدستور عمل کیا جائے گا یا اُن کو ختم کر دیا جائے گا؟

جواب: دیکھئے کابینہ کے فیصلے اجتماعی فیصلے ہوتے ہیں۔ کابینہ یا مملکت کا کوئی فیصلہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ یہ فیصلہ فلاں فرد نے کیا ہے۔ حکومت کے فیصلے حکومت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لئے تمام وہ فیصلے جو پہلی کابینہ نے کئے ہیں، برقرار رہیں گے۔ اگر ان میں کسی ردّوبدل کی ضرورت محسوس ہوئی تو نئی کابینہ اس کا جائزہ لے گی۔ آپ دعا کیجئے کہ

اس کابینہ کو مجھے توڑنا نہ پڑے بلکہ یہ خود بخود ۱۷ر نومبر کے بعد ٹوٹے۔

سوال: جناب! میرا سوال پوچھنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ سابقہ حکومتوں میں ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ جب بھی کسی نئے وزیر نے حلف اٹھایا تو اُس نے سب سے پہلا حکم یہ جاری کیا کہ سابق وزیر کے تمام احکامات منسوخ تصوّر کئے جائیں۔ کیا ایسا دوبارہ تو نہیں ہوگا؟

جواب: نہیں۔ میرے خیال میں اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ ابھی تو میں بیٹھا ہوں۔ پچھلی کابینہ بھی میرے زیرِ سایہ تھی اور موجودہ کابینہ بھی میرے ماتحت ہے۔ اس کے علاوہ یہ چیز عملاً اور اخلاقاً بھی غلط ہے۔ آپ سے پہلے جو آدمی جا چکے ہیں آپ پر ان کا احترام کرنا لازمی ہے۔

سوال: مسٹر بھٹو کے کیس کا فیصلہ تو کر دیا گیا لیکن ان کے ساتھ دوسرے ملوّث افراد کے کیس کا فیصلہ کرنا ابھی باقی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: وہ ابھی مراحل سے گزر رہا ہے۔ اس موقع پر آپ یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ میں نے ایک فرد کے معاملے میں تو تیزی دِکھائی جبکہ دوسروں کا معاملہ ابھی التوا میں پڑا ہے۔ مسٹر بھٹو کا کیس ختم ہو چکا ہے اور ہم عدالت کے فیصلے کے مطابق ان کے ساتھ سلوک کریں گے۔ میں نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدرِ مملکت کی حیثیت سے ان کی رحم کی اپیل مسترد کر دی ہے۔ دوسرے افراد کے کیس کا فیصلہ کرنے میں کچھ اور رکاوٹیں حائل ہیں جیسے ہی یہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی، اُن کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا جو کسی دوسرے فرد کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

سوال: ایران کی اس تجویز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ عرب اور دوسرے مسلمان ممالک سینٹو کی بجائے کوئی اور اتحاد تشکیل دیں؟

جواب: یہ بہت اچھی تجویز ہے۔ ایسے ہر نظریئے کو نہ صرف میری حکومت بلکہ ۵،۷ ملین پاکستانی عوام کی حمایت حاصل ہو گی جس کے تحت مسلمان ممالک کو ایک دوسرے کے قریب لایا جا سکتا ہے کیونکہ میرے خیال میں ہماری بقا کا راز دنیا بھر اور خصوصاً اس خطّے کے مسلمان ممالک کے باہمی اتحاد میں مضمر ہے۔

سوال: جب بھی آپ نے کوئی اچھا قدم اٹھایا ہے تو آپ نے اس موقع پر قیدیوں کی سزاؤں میں کچھ چھوٹ دی ہے۔ چنانچہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ سے بعض صحافیوں کی رہائی کے لئے اپیل کروں گا جو کہ نجی وجوہات کی بنا پر یا کسی سیاسی پارٹی کے ساتھ وابستگی کے بنا پر کافی عرصے سے قید میں ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ صحافی بہت غریب ہوتے ہیں اس لئے اگر آپ اُن کے رہائی کے احکامات صادر فرمائیں تو بہت اچھا ہو گا؟

جواب: میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر کچھ ایسے اشخاص ہیں جن کو صرف صحافتی سرگرمیوں کی پاداش میں گرفتار کیا گیا ہے تو آپ ان کی طرف سے کوئی درخواست نئے وزیر جنرل شاہد حامد صاحب کو دیجئے۔

سوال: میں نے عرض کیا ہے کہ اُن کی گرفتاری بعض وجوہات کی بنا پر عمل میں آئی ہے، میں نے یہ نہیں کہا ہے کہ وہ بے گناہ ہیں؟

جواب: ہم اُن کے کیسوں کا جائزہ لیں گے، لیکن اگر وہ بے گناہ نہیں ہیں تو پھر گناہ کی سزا تو اُن کو بھگتنی پڑے گی۔

سوال: افغانستان سے مہاجرین کی آمد کی وجہ سے جو صورتِ حال پیدا ہو گئی کیا حکومتِ پاکستان نے اس سے اقوامِ متحدہ کو مطلع کیا ہے ؟

جواب: ہم نے بالواسطہ طور پر اقوامِ متحدہ کو آگاہ کیا ہے، لیکن ہمیں ان کی طرف سے کوئی چیز موصول نہیں ہوئی ہے۔ ہم اس مسئلے کو بین الاقوامی رنگ میں پیش کرنے کی کوشش میں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تقریباً ۴۷ ہزار مہاجرین نے پاکستان میں پناہ اختیار کی ہے۔ جس میں ہر ماہ پانچ ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے اس مسئلے پر افغان حکومت کے ساتھ بھی تبادلۂ خیال کیا ہے۔ وہاں کے وزیرِ تجارت نے حال ہی میں پاکستان کا دورہ کیا، ہم نے آپس میں نہایت بامقصد گفتگو کی اور میں نے اُن کو بتایا کہ افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ افغانستان کا اندرونی مسئلہ ہے، لیکن انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ ہمارے لئے ممکن نہیں ہے کہ ہم ان مہاجرین کو باہر دھکیل دیں جو ہماری سرزمین میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ بات نہ تو عملاً ممکن ہے اور نہ ہی اسے اسلامی اور انسانی نقطۂ نظر سے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص پاکستان میں پناہ اختیار کرے تو اس کو سہارا دینا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ کسی کو یہ اجازت نہ دیں کہ وہ پاکستان کی سرزمین کو تخریبی سرگرمیوں کے لئے استعمال کرے۔ یہ یقین دہانی میں نے ان کو کرا دی ہے۔ میں آپ کو بھی یہ یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان اس طرح کی کسی کارروائی میں

ملوث نہیں ہے، لیکن یہ ایک اہم بات ہے کہ یہ مہاجرین پاکستان آ رہے ہیں۔ میں نے حکومتِ افغانستان سے بھی درخواست کی ہے کہ اگر وُہ اس صورتِ حال کے بنیادی سبب کو ختم کر سکیں، تو کر لیں۔ میں نے ان کو یہ بھی کہا کہ برائے مہربانی اپنی سرحدوں کو بند کر لیں، جو کہ آپ بند کر سکتے ہیں۔ میں نے ان کو یہ یقین بھی دلایا کہ جب تک مہاجرین ہمارے پاس ہیں تو ان کی دیکھ بھال کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔

سوال: سنا ہے کہ افغانستان کی طرف سے پاکستان کی سرحدوں کی بار بار خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

جواب: ابھی تک زیادہ نہیں بلکہ سرحدی خلاف ورزی کے تین واقعات ہوئے ہیں اور ہمارے علاقے پر گولہ باری کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں افغان حکومت کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے پاکستان کے کسی علاقے پر کوئی گولہ باری نہیں کی ہے، لیکن اگر کہیں ایسا ہوا ہے تو ہم نے پاکستانی علاقے پر نہیں بلکہ افغان مہاجرین پر گولہ باری کی ہے جو کہ سرحد کے اس پار بھی موجود ہیں اور اس پار بھی گذشتہ دس دنوں میں ایسا کوئی اور واقعہ نہیں ہوا ہے۔

سوال: کیا یہ تینوں واقعات گولہ باری کے تھے؟

جواب: نہیں۔ دو واقعات گولہ باری کے تھے جبکہ ایک واقعہ ایک افغان طیارے کی طرف سے پاکستان کی سرحدی خلاف ورزی کا تھا جو کہ افغانستان کی وادی کنڑ کے بالمقابل واقع پاکستان کے شمالی علاقوں میں پیش آیا۔

سوال: آج کی کابینہ میں کچھ فوجی جرنیل بھی شامل ہیں کیا وہ اپنی وزارتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ فوجی خدمات بھی انجام دیتے رہیں گے؟

جواب: جی ہاں۔ جیسا کہ میں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ سوائے جنرل شاہد حامد صاحب کے جو کہ بہت عرصہ پہلے ریٹائر ہو چکے ہیں، باقی تمام (SERVING OFFICERS) ہیں وہ تمام اپنی ملازمتوں پر بحال رہیں گے اور وزارتی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ عسکری ذمہ داریاں بھی نبھاتے رہیں گے۔

سوال: وائٹ پیپر میں انتخابات میں بدعنوانیوں کا ارتکاب کرنے والے جن سرکاری ملازمین کے نام آئے ہیں اُن کا احتساب کب کیا جائے گا؟

جواب: اُن کا احتساب کافی عرصہ پہلے ہو چکا ہوتا، لیکن انتظامی اور قانونی وجوہات ایسی ہیں جن کی وجہ سے یہ عمل ابھی تک مکمل نہیں ہو سکا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ آپ حضرات کی لاعلمی بھی ہے یا آپ حضرات کی لاعلمی کی بجائے میں اسے اپنی کمزوری کہوں گا کہ ہم نے آپ کو صحیح اعداد و شمار نہیں بتائے۔ اگر آپ سرکاری ملازمین کو لے لیں تو اُن میں سے کافی سے زیادہ افراد ریٹائر ہو چکے ہیں، بعض کو ہم نے جبری طور پر ریٹائر کیا ہے، بعض کو ڈس مس کیا ہے اور بعض کے خلاف قانونی چارہ جوئی ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں انتظامی اور قانونی طریقۂ کار کچھ یوں ہے کہ پہلے ایک آدمی کو نوٹس دینا پڑتا ہے۔ پھر اس سے وجوہات پوچھنی پڑتی ہیں۔ اس کے بعد ایک انکوائری بنتی ہے جو کیس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہے۔ پھر ردِّ عمل سامنے

آتا ہے۔ اس تمام عمل کو مکمّل کرنے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بعض وائٹ پیپرز میں جتنے بھی اشخاص کے نام آئے ہیں ان میں سے ہر ایک کے خلاف کچھ نہ کچھ کارروائی ہوئی ہے یا ہو رہی ہے۔

سوال: جناب! آپ نے آج پھر مختار حسن کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا کہ یہ آپ لوگوں کی لاعلمی ہے۔ میں بات کہنے کی اجازت چاہوں گا کہ آپ اس سے پہلے بھی دو تین بار یہی بات فرما چکے ہیں۔ اس سلسلے میں میں یہ گزارش کروں گا کہ اس میں تھوڑا سا قصور اُس طرف کے لوگوں کا بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے ساتھ ہمارا رابطہ اُن کے روّیے کی وجہ سے کم رہتا ہے۔ ہم تو کوشش کرتے ہیں، لیکن یہ لوگ ہمیں گھاس نہیں ڈالتے۔ ہمارے مقابلے میں سفید چمڑی والے لوگوں کو زیادہ اہمیّت دیتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ کو اس بات میں تھوڑی سی ترمیم کرنی چاہیئے؟

جواب: اس پریس کانفرنس سے پہلے ہم جب آپس میں بات چیت کر رہے تھے تو میں نے تمام وزراء سے کہا کہ ہماری قوم خبروں کی بھوکی ہے۔ ان کو جب کوئی خبر نہیں ملتی تو صحافی حضرات اپنی طرف سے خبر بنا لیتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ ہر وزارت میں افسرِ تعلقاتِ عامہ موجود ہیں۔ حکومت کی پالیسی کی تشہیر کے لئے اطلاعات و نشریات کی پوری وزارت موجود ہے۔ چنانچہ میں نے ان سے درخواست کی کہ جب بھی آپ کے پاس کوئی مواد ہو تو پریس کانفرنس بلوائیے، پریس

ریلیز جاری کیجیۓ اور صحافی حضرات کو مدعو کر کے اُن کو یہ بتایئے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں آپ کا قصور نہیں ہمارا قصور بھی ہے بلکہ ہمارا قصور زیادہ ہے کہ ہم صحافیوں کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مہینے دو مہینوں میں اس قسم کی پریس کانفرنس ہوتی ہے تو میں اپنی بولی بولتا ہوں آپ اپنی بولی بولتے ہیں۔ اس وجہ سے حکومتی اداروں اور صحافیوں کے درمیان ایک خاص رابطہ ہونا چاہیئے تاکہ اطلاعات کی ترسیل کا کام لگاتار ہو سکے۔

سوال: کیا حکومتِ پاکستان جمشید پور میں ہونے والے مُسلم کش فسادات کے خلاف بھارتی حکومت سے کوئی احتجاج کرے گی؟

جواب: ہم اس کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں بالواسطہ طور پر بھارتی حکومت کو اپنے احساسات سے آگاہ بھی کیا ہے۔ جہاں تک لیاقت، نہرو معاہدے کا تعلق ہے تو آپ اطمینان رکھیئے کہ حکومتِ پاکستان ہر وہ قدم اٹھائے گی جسے ضروری سمجھا جائے گا، لیکن فی الحال پاک بھارت تعلقات ایسے مراحل سے گزر رہے ہیں کہ ہم دونوں ممالک کے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ میں مسٹر ڈیسائی اور ان کی حکومت کا نہایت مشکور ہوں کہ انہوں نے ہمارے اندرونی مسائل کے متعلق ایک حرف تک نہیں کہا اور ہمیں اپنے اندرونی مسائل کے ساتھ خود ہی نمٹنے دیا۔ میرے خیال میں یہ ایک قابلِ ستائش طرزِ عمل ہے، لیکن موجودہ صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ یہ کوئی سیاسی

مسئلہ نہیں ہے ۔ یہ مسئلہ بہت سے مسلمانوں کے قتلِ عام کا ہے ۔ اس پر احتجاج کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے ۔

سوال : مغربی ذرائع ابلاغِ عامّہ پاکستان پر مسلسل یہ الزام لگا رہے ہیں کہ وہ ایٹم بم بنا رہا ہے، کیا یہ صحیح ہے !

جواب : نہیں ۔ پاکستان کسی ایسی کارروائی میں ملوث نہیں ہے ، لیکن پاکستان نے پُرامن مقاصد کے لئے ایٹمی ٹیکنالوجی کو حاصل کرنے کا پکّا ارادہ کر رکھا ہے ۔ یہ بات میں پہلے بھی کئی مرتبہ کر چکا ہوں اور اب اسے دوبارہ دُہرا رہا ہوں کہ پاکستان مشکلات کے باوجود ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول کے حق سے دستبردار نہیں ہوگا ۔ یہ ہمارا حق ہے اور ہمیں ایسا کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا ، لیکن یہ بات میں پھر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم ایٹمی ٹیکنالوجی کو پُرامن مقاصد کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔

سوال : جناب ! اب جبکہ آپ نے ملک میں جمہوریت کے نفاذ کے لئے بعض اقدامات کیے ہیں لیکن کچھ اخبارات پر اب بھی سنسر شپ لگی ہوئی ہے ، اس کو اب ہٹا دیا جائے تو اچھا ہے ؟

جواب : یہ ایک لازمی بات ہے کہ جب بچّہ شرارت کرتا ہے تو اس کے کان تو مروڑنے پڑتے ہیں ۔ اگر ملک میں صحیح اور ذمہ دارانہ صحافت ہوتی تو پھر سنسر شپ کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ آپ اپنے برادری کے حضرات سے کہیئے کہ وہ سدھر جائیں ہم کل ہی سنسر شپ اٹھا لیں گے ۔

سوال : مسٹر بھٹو کو سزا دینے سے پہلے آپ کے پاس بہت سی اپیلیں آئیں ۔

اب اس واقعے کے بعد عالمی رائے عامّہ کے متعلق آپ کے تاثرات کیا ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں اب یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سزائے موت پر عمل درآمد کر لیا جائے گا؟

جواب: میرے خیال میں اب یہ مسئلہ ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمیں اسے بھول جانا چاہیئے۔

سوال: قومی اتحاد کے وزیروں کی سبکدوشی کا فیصلہ کیسے ہوا؟

جواب: یہ میں نے کیا ہے۔ میں نے قومی اتحاد سے رابطہ قائم کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وزیروں کو واپس بلانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے ان کے استعفے منظور کئے لیکن ان تینوں وزیروں علی احمد تالپور، جاوید ہاشمی اور محی الدین بلوچ کو کوئی نوٹس نہیں دیا۔ میں نے اُن کو کچھ اور مہلت دی تاکہ وہ اپنی اپنی وزارتوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے ہماری مدد کریں۔ اس دوران اگر انہوں نے انتخابات میں حصّہ لینے کا فیصلہ کیا تو مجھے یقین ہے کہ وہ خود بخود وزارتوں کو چھوڑ دیں گے۔

سوال: کیا موجودہ کابینہ میں توسیع کا کوئی امکان ہے؟

جواب: امکان ہے لیکن ہم کوشش کریں گے کہ اس میں مزید توسیع نہ ہو۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو لازمی بات ہے کہ اس میں توسیع کرنی پڑیگی۔

سوال: اسلام آباد سے ایک انگریزی روزنامہ "مسلم" نکالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں جس میں تقریباً دو سو کے قریب آدمی شامل ہیں۔ اس روزنامے کا کیس کئی مہینوں سے پڑا ہے۔ نہ تو اُن کو یہ روزنامہ نکالنے کی اجازت دی جا رہی ہے اور نہ ہی اُن کو منع کیا جا رہا ہے؟

جواب: لیکن اجازت تو صوبائی حکومت دیتی ہے۔

سوال: اُس میں کچھ سیاسی رکاوٹیں حائل ہیں؟

جواب: کون صاحب نکال رہے ہیں۔

سوال: ویسے تو اسے پویا صاحب نکال رہے ہیں مگر اس میں دو سو کے قریب ورکنگ جرنلسٹ بھی شامل ہیں؟

جواب: مجھے اب معلوم ہوا ہے، لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نے وزارتِ اطلاعات و نشریات کے ساتھ رابطہ قائم کیا تو ہم آپ کا یہ کام کر سکیں گے۔

سوال: جناب! آپ نے کہا ہے کہ موجودہ حکومت کے پیشِ نظر دو مقاصد ہیں جن میں ایک مقصد اقتصادی صورتِ حال کو بھی بہتر بنانا تھا، لیکن اس کے باوجود قیمتیں تو مسلسل بڑھ رہی ہیں اور اب گندم پر چھوٹ بھی ختم کر دی گئی جس سے قیمتیں مزید بڑھ جائیں گی۔ آپ نے قوم کو قربانی کے لئے بھی کہا ہے اور قوم یہ قربانی بھی دے رہی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ خیال عام ہے کہ تنخواہ دار طبقے کی تنخواہوں میں کافی عرصے سے اضافہ نہیں ہوا ہے جبکہ قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں؟

جواب: پے کمیشن نے ۱۹۷۷ء میں تنخواہوں میں اضافہ کیا تھا۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد پے کمیشن سرکاری ملازمین کے تنخواہوں کا جائزہ لیتی ہے، لیکن موجودہ حالات میں بھی اس کا جائزہ لے رہے ہیں۔ فی الحال ہماری مالی مشکلات بہت زیادہ ہیں اور ہمارے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ فوراً تنخواہ دار طبقے کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جا سکے، لیکن مجھے ان کی تکالیف

کا احساس ہے۔

سوال: ہمارا آخری سوال یہ ہے کہ پچھلے ویج بورڈ کا وقت جون میں ختم ہو رہا ہے اب براہِ کرم یہ بتائیے کہ یکم جون کے بعد تیسرا بورڈ قائم کیا جا رہا ہے یا نہیں؟

جواب: تیسرا ویج بورڈ بھی قائم ہونا چاہیئے، لیکن مجھے خود اِس چیز کا علم نہیں ہے۔ جنرل شاہد حامد صاحب سُن رہے ہیں۔ میرے خیال میں انشاء اللہ وہ فوراً اس امر کا جائزہ لیں گے۔ شکریہ۔

گندم کی فصل کی کٹائی کی افتتاحی تقریب سے خطاب

۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء

۲۲ اپریل ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے خانیوال کے قریب پیروال میں گندم کی کٹائی کا افتتاح درانتی سے چند پودے کاٹ کر کیا۔ اس موقع پر صدر نے کاشت کاروں سے خطاب بھی کیا۔ صدر نے اپنی تقریر میں ان اقدامات کی تعریف کی جو حکومتِ پنجاب نے چھوٹے کاشت کاروں کو جدید ٹیکنالوجی سے متعارف کرانے کے لئے کئے ہیں۔ صدر نے کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے وفاقی حکومت کے اقدامات کا تذکرہ بھی کیا اور کسانوں پر زور دیا کہ وہ حکومت کی فراہم کردہ سہولتوں، جدید زراعتی طریقوں اور کھاد کے مناسب استعمال سے فائدہ اٹھائیں اور سخت محنت کر کے ملک کو زرعی خودکفالت سے ہمکنار کریں۔

اس سے پہلے گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خان نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور گندم کی فی ایکڑ پیداوار بڑھانے پر زور دیا۔ انہوں نے ان کوششوں کا ذکر کیا جو حکومت پیداوار میں اضافے کے لئے کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا یہ پہلا موقع ہے کہ پنجاب میں اعلیٰ درجہ کا درآمدی بیج کسانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گورنر نے امید ظاہر کی کہ اس سال گندم کی پیداوار میں خاصا اضافہ ہوگا۔

زراعت کے صوبائی مشیر ڈاکٹر عبدالغفور بھٹی نے بھی خطاب کیا اور کھاد کے استعمال میں اضافے، تقسیم کے نظام کو بہتر بنانے اور چھوٹے کاشت کاروں کو زرعی مشینری کی فراہمی سے متعلق معاملات پر روشنی ڈالی۔

اس موقع پر مختلف نوعیت کی زرعی مشینری کی ایک نمائش بھی ہوئی۔ صدر

نے یہ نمائش دیکھی اور پنجاب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی تیار کردہ گندم کی ۲۶ اقسام اور خانیوال، رحیم یار خان اور ساہیوال میں زیرِ تکمیل بیج محفوظ کرنے کے تین کارخانوں کے ماڈل دیکھے۔

ملتان سے آمد کے موقع پر صدرِ مملکت کا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ استقبال کے لئے صوبائی گورنر اور سینئر سول اور فوجی حکام بھی موجود تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

گورنر پنجاب، جنرل سوار خان،

اور

میرے کاشت کار بھائیو!

السلام علیکم۔ آج کی تقریب درحقیقت کاشتکاروں کی تقریب ہے جن کی محنت بارآور ثابت ہوئی ہے اور فصل کی کٹائی کا موسم آیا ہے۔ مجھے آج اس تقریب میں شرکت کر کے دلی خوشی ہوئی ہے کیونکہ میں کاشتکاروں کو کامیاب اور خوشحال دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم اور ساز گار موسمی حالات سے اس فصل کو کامیاب فرمایا۔ بیشک وہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ ہمیں چاہئیے کہ اس کی خوشنودی کے لئے کام کریں اور اس کی رحمت پر ہمیشہ بھروسہ کریں۔ بیشک وہ رحیم اور مہربان ہے۔

اس دفعہ گندم کی فصل پچھلے سالوں کی نسبت بہت اچھی ہوئی ہے۔ یہ حوصلہ افزا

نتائج حاصل کرنے میں بنیادی طور پر زمینداروں اور کاشتکاروں کی محنت کا دخل ہے اور وہ بجاطور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ محکمہ زراعت کا وہ عملہ بھی لائقِ تحسین ہے جس نے اس قومی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنے کاشتکار بھائیوں کی رہنمائی کی اور ان کا ہاتھ بٹایا۔

مجھے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ حکومتِ پنجاب چھوٹے کاشتکاروں کو جدید ٹیکنالوجی سے متعارف کرانے کے لئے کئی سکیموں پر عمل کر رہی ہے۔ گندم کے عوض کھاد، سیڈ ایکس چینج (SEED EXCHANGE) اور چھوٹے کاشتکاروں کو ٹریکٹروں کی فراہمی ایسے اقدامات ہیں جن سے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ وفاقی حکومت نے بھی کاشتکاروں کی حوصلہ افزائی اور پیداوار میں اضافے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں جن میں واجبات کی ادائیگی میں چھوٹ، رعایتی قیمتوں پر (AGRICULTURAL INDUCTS) کی فراہمی اور گندم کی قیمتِ خرید میں اضافہ سرِفہرست ہیں۔ حکومت کو اس بات کا احساس تھا کہ گندم کی قیمت ۳۷ روپے من سے بڑھا کر ۴۵ روپے من کرنے سے کئی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی، لیکن اس کے باوجود یہ فیصلہ کیا گیا کیونکہ حکومت محسوس کرتی ہے کہ کسان کو اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی کا معقول معاوضہ ملنا چاہیئے۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ حکومت کسانوں کی بہبود کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھے گی۔

خوشی کے اس موقعے پر شاید اس تلخ حقیقت کی طرف توجہ دلانا بے محل نہ ہوگا کہ ہم ابھی غذائی خود کفالت کی منزل سے بہت دور ہیں۔ اب بھی اندازہ ہے کہ اس سال ہماری گندم کی پیداوار ۹۵ لاکھ ٹن ہوگی اور اگلے مالی سال میں ۱۵ لاکھ ٹن کے لگ بھگ گندم درآمد کرنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ ہماری فی ایکڑ پیداوار بھی ہم

جیسے دوسرے ممالک کی نسبت بھی بہت کم ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بہتر سہولتوں اور زیادہ محنت سے پیداوار کی موجودہ شرح کو دوگنا کیا جا سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے زمینداروں اور کاشتکاروں کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ وہ یہ چیلنج قبول کرنے کی ہمّت اور حوصلہ رکھتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس چیلنج کو قبول کر کے ملک کو خود کفالت کی منزل کے قریب پہنچا سکتے ہیں۔

میں پہلے بھی کئی موقعوں پر اس بات کا ذکر کر چکا ہوں اور آج پھر آپ کی توجّہ اس مسئلے کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہمارا ملک بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ ہمارے ملک کی اکثر آبادی کا دارومدار زراعت پر ہے اور ماضی میں ہم اس زمین سے اپنا پیٹ پالنے کے علاوہ دوسروں کی کفالت بھی کرتے رہے ہیں لیکن آج کل ہم قومی وقار اور ملکی زرِمبادلہ کا سودا کر کے دوسروں سے گندم خریدنے پر مجبور ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ غذائی محاذ پر جہاد کو تیز تر کیا جائے، زیادہ سے زیادہ رقبے کو زیرِ کاشت لایا جائے، بہتر پیداوار دینے والی اقسام کاشت کی جائیں۔ جدید سہولتوں سے فائدہ اٹھایا جائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ محنت کی جائے۔ اگر ہم کمرِ ہمّت باندھ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

میرے کاشتکار بھائیو! آپ کی محنت کا پیدا کردہ ایک ایک دانہ قیمتی ہے۔ اسے کھیتوں اور کھلیانوں سے بحفاظت سمیٹ کر ایسی جگہ محفوظ کرنا ضروری ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا امکان نہ ہو۔ سٹوریج (STORAGE) کی بہتر سہولتوں کے ذریعے ہم اپنی خوراک کے معقول حصّے کو ضائع ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں میں سرکاری عملے کو بھی ہدایت کروں گا کہ وہ اس طرف خاص

توجہ دے اور گندم کو ضائع ہونے سے بچائے۔

میرے کاشت کار بھائیو! ہم نے حال ہی میں زکوٰۃ اور عشر کا نظام رائج کرنے کا فیصلہ کیا ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہے شریعت میں بارانی زمین پر عشر کی شرح ۱۰ فیصد اور نہری زمین پر ۵ فیصد ہے۔ حکومت نے ہر طرح کی زمین سے ۵ فیصد کی شرح سے عشر وصول کرنے کا فیصلہ کیا ہے عشر کو حکومت کی طرف سے عائد کردہ ٹیکس کی بجائے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھیں۔ میرے خیال میں اس حکم کے پیچھے بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اس کی زرخیزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس میں پیداوار کا انحصار اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہیّا کردہ پانی پر ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں اور مہربانیوں سے جو فصل حاصل ہوتی ہے اس کا مقرر کردہ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ حکومت نے عُشر جمع کرنے کا جو فرض اپنے ذمے لیا ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ یہ رقم زمینداروں اور کاشت کاروں سے وصول کر کے ان مدوں پر خرچ کی جائے جن کی اجازت شریعت نے دی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے کاشت کار بھائی جنہیں اسلام سے گہری محبّت ہے عُشر کی ادائیگی کو کارِ ثواب سمجھتے ہوئے اس اسکیم کو کامیاب بنائیں گے۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ ان کے خسارے کا سودا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی گئی چیز نقصان کا نہیں فائدے کا باعث بنتی ہے۔

بعض حلقوں سے یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ عُشر کے نظام کو رائج کرنے کے بعد باقی سارے ٹیکس معاف ہوتے چاہئیں۔ کاش ایسا ہو سکتا، کاش حکومت کا کاروبار اور ملکی ترقی کے منصوبے ٹیکسوں کے بغیر پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتے۔ نظامِ عُشر کے رائج ہونے کے بعد حکومت کے عائد کردہ ٹیکس جاری رہ سکتے ہیں۔

اس کی شرع میں بھی اجازت ہے اور یہ قومی ضرورت بھی ہے۔ البتّہ ہماری یہ کوشش ضرور ہو گی کہ کاشت کاروں کو جہاں جہاں چھوٹ یا رعایت دی جا سکے، وہاں ضرور دی جائے کیونکہ کاشت کاروں کی بہبود حکومت کو بہت عزیز ہے۔

بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ حکومت نے حال ہی میں گندم کی قیمت فروخت ۴۵ روپے فی من مقرر کر کے رعایتی امداد یا (SUBSIDY) سے نجات حاصل کر لی ہے۔ یہ تاثر بالکل درست نہیں اب بھی حکومت کو گندم خریدنے، اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے، سٹور کرنے، پسوانے اور راشن ڈپوؤں تک پہنچانے پر کوئی ۸ سے ۱۰ روپے فی من خرچ کرنے پڑیں گے جو صارفین سے وصول نہیں کیے جائیں گے۔ صارفین کو راشن ڈپوؤں پر آٹا اسی قیمت پر ملے گا جس قیمت پر حکومت گندم خریدے گی۔ البتّہ اس مد پر پہلے کی نسبت (SUBSIDY) کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو جائے گا۔

آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ امریکہ نے پاکستان کی امداد بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اس فیصلے پر تبصرہ کرنا نہیں چاہتا کیونکہ امریکہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس کو چاہے امداد دے اور جس کو چاہے نہ دے، لیکن اس فیصلے سے پیدا ہونے والی صورتِ حال کے بارے میں، میں آپ کو اور دیگر اہلِ وطن کو ضرور اعتماد میں لینا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں امریکی فیصلے کا سب سے اہم اور بڑا سبق یہ ہے کہ ہمیں دوسروں پر انحصار کرنے کی بجائے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے، خواہ اس کے لئے ہمیں کتنی ہی قربانیاں دینی پڑیں۔ قومی وقار اور ملکی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس فیصلے کا مردوں کی طرح سامنا کریں، خود زیادہ سے زیادہ خوراک پیدا کریں اور اگر ہمیں مہنگے داموں گندم یا آٹا خریدنا پڑے تو بخوشی

اضافی قیمت ادا کریں، مجھے امید ہے کہ گندم پیدا کرنے والوں کے علاوہ گندم استعمال کرنے والے بھی آٹے کی قیمتوں میں اضافے کو خندہ پیشانی سے قبول کریں گے اور قومی وقار اور عزت کے لئے یہ قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔

آخر میں، میں ایک بار پھر آپ کو اس کامیاب فصل پر مبارک باد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملک کو غذائی خود کفالت کی طرف لے جانے کے لئے آپ کی کوششوں کو ہمیشہ کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

پاکستان پائندہ باد

سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، کراچی میں پریس کانفرنس سے خطاب

۹ رمئی ۱۹۷۹ء

۹ رمئی ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت نے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس کراچی میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور زیادہ تر وقت پاکستان کے سب سے بڑے شہر کے مختلف النوع مسائل کے حل کے متعلق معاملات پر صرف کیا۔

اس سے پہلے ۸ رمئی کو صدر مملکت نے ایک کھلے اجلاس میں کراچی کے شہریوں اور شہری تنظیموں کے نمائندوں سے ملاقات کی تھی اور کراچی کے مسائل اور ان کے حل کے لئے ان کی تجاویز سنی تھیں۔ کھلے اجلاس کے دو دور ہوتے ایک صبح کو اور دوسرا شام کو۔ اجلاس میں کراچی ڈویژنل کمیٹی اور بلدیہ شہری کمیٹی کے نمائندوں نے شہر کے بڑے بڑے مسائل اور ان کے حل کے لئے تجاویز تفصیل کے ساتھ پیش کیں۔ اس اجلاس میں انفرادی طور پر بھی لوگوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعض لوگوں نے ذاتی مسائل بھی پیش کئے۔ صدر نے کئی معاملات پر بروقت فیصلوں کا اعلان کیا۔ کچھ لوگوں کو نقد امداد دی۔ چھ تعلیم یافتہ نابینا حضرات کو ملازمتیں دلوانے کی یقین دہانی کرائی۔ اسی دن صدر مملکت نے اشتفاق حسین درزی سے بھی ملاقات کی جنہیں جون ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا پہلا پرچم تیار کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

اس موقع پر گورنر سندھ لیفٹیننٹ جنرل ایس ایم عباسی اعلیٰ وفاقی اور صوبائی حکام اور بلدیاتی اداروں کے افسران بھی موجود تھے۔ اپنے دورے کے پہلے تین دن کھلے اجلاس کے علاوہ صدر مملکت نے مختلف وفود سے بھی ملاقاتیں کیں۔

۹ رمئی کو انہوں نے سٹیٹ گیسٹ ہاؤس میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ابتدائی بیان میں کراچی شہر کے بڑے بڑے مسائل کی نشاندہی کی اور ان کے حل کے سلسلے میں تجاویز ممکنہ طریقہ کار اور وسائل کی فراہمی جیسے معاملات پر اظہارِ خیال کیا اور کہا کہ کراچی کے لئے ایک اعلیٰ اختیاراتی شہری ادارہ بنایا جائے گا۔
ابتدائی بیان کے بعد صدر نے اخبار نویسوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

معزز حاضرین!

میں نے پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی جسے میں باب الاسلام کہتا ہوں، تین بڑے مصروف دن گزارے ہیں میرے اس دورے کا مقصد یہاں کے لوگوں سے ملنا اور ان کے مسائل معلوم کرنا تھا۔ مجھے یہاں کے بیشتر مسائل کا پہلے سے علم تھا کیونکہ اس شہر سے میری پرانی شناسائی ہے، لیکن اس مرتبہ اس شہر کے مسائل پوری شدت سے اور صحیح پس منظر میں سامنے آئے ہیں۔ میں اہلِ کراچی کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ گوناگوں مشکلات اور مسائل کے باوجود بڑی محنت اور لگن کے ساتھ اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔

کراچی ۱۹۴۷ء کا شہر نہیں جبکہ اس کی آبادی تقریباً ۴،۳۶ لاکھ کے قریب تھی۔ یہ ۱۹۷۲ء کا شہر بھی نہیں ہے جبکہ اس شہر کی آبادی تقریباً ۳۵ لاکھ کے قریب تھی، یہ ۱۹۷۹ء کا شہر ہے جبکہ یہاں کی آبادی اس وقت تخمینے کے مطابق تقریباً ۶۰ لاکھ سے کچھ زیادہ ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا گذشتہ ۳۲ سالوں میں شہری سہولتوں

میں آبادی کی نسبت سے اضافہ ہوا ہے یا نہیں۔ کیا سڑکوں کی تعمیر، بسوں کی خریداری، پلوں کی تعمیر، پانی کی فراہمی اور شہر کی صفائی پر وہی توجہ دی گئی ہے جو آبادی میں اضافے کے ساتھ لازمی ہو گئی تھی اور کیا یہاں کے شہریوں نے بہتر شہری سہولتوں کے لئے کچھ مالی قربانیاں بھی دی ہیں یا نہیں؟ یا آج بھی وہ بجلی اور پانی کے بل کی وہی پرانی شرح (ریٹ) ادا کر رہے ہیں جو آج سے دس، پندرہ یا بیس سال پہلے ادا کر رہے تھے؟ اِن سوالوں کے جواب آپ کو معلوم ہوں گے اور مجھے یقین ہے کہ وہ نفی میں ہوں گے کیونکہ اگر ان کے جواب مثبت ہوئے تو آج کراچی مسائل کا جنگل نہ بنا ہوتا۔ مجھ سے یا حکومت سے یہ توقع رکھنا کہ میرے تین روزہ دورے سے کراچی کے مسائل یک لخت ختم ہو جائیں گے حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہے۔ بہرحال انہیں حل کرنے کے لئے اس دفعہ اس سے پہلے اور خاص طور پر میرے اس دورے کے دوران حتی الامکان کوشش کی گئی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی یہ کوشش جاری رہے گی کہ کراچی شہر کے جتنے مسائل کو ہم اپنے وسائل کے مطابق حل کر سکیں انہیں حل کیا جائے۔ میرے اندازے کے مطابق کراچی شہر کے مسائل کو چھ حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا پینے کا پانی، دوسرا ٹرانسپورٹ، تیسرا سیوریج اور سیلاب کی روک تھام، چوتھا تعلیمی بالخصوص ابتدائی تعلیمی سہولتیں، پانچواں سڑکیں اور پُل اور چھٹا کچّی آبادی۔ ان مسائل کی نوعیّت دو طرح کی ہے۔ بعض مسائل ایسے ہیں جنہیں بھاری رقوم خرچ کرنے کے بغیر حل نہیں کیا جا سکتا اور بعض ایسے ہیں جنہیں بہتر توجّہ اور بہتر انتظامی صلاحیّت سے حل کیا جا سکتا ہے۔ پہلی فہرست میں کراچی گریٹر واٹر سپلائی (GREATER WATER SUPPLY SCHEME) بسوں کی خریداری، سڑکوں اور ریلوے کی توسیع، تعلیمی اداروں کے لئے عمارتیں، سڑکوں کی مرمّت اور پُلوں کی تعمیر وغیرہ شامل ہیں۔

جبکہ دوسرے مسائل ایسے ہیں جنہیں حل کرنے کی ذمہ داری ایک سے زائد اداروں پر عائد ہوتی ہے۔ مثلاً پانی کا پائپ کئی علاقوں سے گزرتا ہے ایک علاقہ کسی ایک شہری ادارے کے ماتحت آتا ہے دوسرا کسی دوسرے ادارے کے ماتحت آتا ہے۔ یہی حال سڑکوں اور دوسری سہولتوں کا ہے۔ اس قسم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے یہ تجویز سامنے آئی ہے کہ ایک اعلیٰ اختیارات والا ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو تمام متعلقہ محکموں سے کام لے سکے اور کوئی کام اس لئے حل طلب نہ پڑا رہے کہ اس کی ذمہ داری ایک یا ایک سے زیادہ اداروں پر عائد ہوتی ہے۔ میں نے گورنر سندھ سے مشورہ کرنے کے بعد اس کی منظوری دے دی ہے۔ اور ساتھ ہی اس چیز کا بھی ارادہ ہے کہ اگر اوّل تو مجھے معلوم ہے کہ ہمارے ہاں ماشاء اللہ بہت سے تربیت یافتہ لوگ موجود ہیں وہ خود اپنی صلاحیتوں سے اس کا حل نکال سکیں اور کوئی انتظام کر سکیں تو بسم اللہ وہ کام شروع کریں۔ بڑی آبادی والے شہروں کے انتظام کے لئے اس قسم کا ادارہ جس کے پاس کلّی اختیارات ہوں اور جس کے ماتحت باقی ادارے کام کریں۔ اس کی میں نے منظوری دے دی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ جنرل عباسی صاحب اس چیز کو آگے بڑھائیں گے۔ میرے خیال میں چھوٹے چھوٹے مسائل کے بروقت حل نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بلدیاتی اداروں میں شہریوں کو نمائندگی حاصل نہیں۔ اگر مقامی سطح پر منتخب نمائندے یہ ذمہ داریاں سنبھال لیں تو بہت سی مشکلات دور ہو جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں بلدیاتی انتخابات کی ضرورت پر وقتاً فوقتاً زور دیتا رہتا ہوں۔

اب آیئے ایسے مسائل کی طرف جن کے لئے پیسہ درکار ہے۔ موجودہ حکومت کی ترجیحات (PRIORITIES) میں پانی کی فراہمی سرِفہرست ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ

جو حکومت اپنے شہریوں اور دیہاتیوں کو پینے کا صاف ستھرا پانی مہیّا نہیں کر سکتی وہ کسی قسم کی ترقی کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس وقت کراچی میں پانی کی سپلائی ضرورت سے تقریباً آدھی ہے جس کی وجہ سے بہت سے شہریوں خاص طور پر غریبوں اور مزدوروں کو سخت تکلیف کا سامنا ہے۔ پانی کی سپلائی کو بہتر بنانے کے لئے گریٹر واٹر سپلائی سکیم کراچی پر مرحلہ وار کام ہو رہا ہے۔ اس وقت یہ سکیم اپنی تکمیل کے تیسرے مرحلہ میں ہے۔ اس سکیم کی لاگت پر مالی دباؤ کم کرنے کے لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس کام کے لئے جو قرضے حاصل کئے گئے ہیں انہیں مرکزی حکومت کی طرف سے گرانٹ یا عطیّے میں بدل دیا جائے۔ اس سے پانی کی فراہمی پر آنے والے صوبائی اخراجات میں خاص کمی ہو جائے گی، لیکن اس کے باوجود صوبائی حکومت کو اس سکیم پر ایک خطیر رقم خرچ کرنی پڑے گی جس کا بوجھ صارفین کو بھی برداشت کرنا چاہیئے۔

کراچی شہر کو حب ڈیم سے پینے کا پانی مہیّا کرنے کے لئے کئی سالوں سے کام ہو رہا ہے۔ اب یہ منصوبہ تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ توقع ہے کہ اس منصوبے کے مکمّل ہونے سے شہر میں پانی کی سپلائی میں تقریباً آٹھ کروڑ نوّے لاکھ گیلن یومیہ کا اضافہ ہو گا۔ میں نے کراچی کے متعلقہ ادارے کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس سکیم کو جلد از جلد مکمّل کرے۔ وفاقی حکومت اس کے لئے ضروری وسائل مہیّا کرے گی۔ اور اِن دو چیزوں پر یعنی پہلے جو میں نے کراچی گریٹر واٹر سپلائی سکیم کا ذکر کیا ہے اور اس پر کُل رقم کا اندازہ اتنا ہے جتنا کہ پورے صوبہ سندھ کو ایک سال میں سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لئے رقم ملتی ہے۔

کراچی کا ایک علاقہ کورنگی، جہاں تقریباً چھ لاکھ افراد رہتے ہیں، خاص طور پر پانی کی قلت کا شکار ہے۔ اس قلت کو دُور کرنے کے لئے میں نے وفاقی حکومت کی طرف سے تین کروڑ روپے کا بلا سود قرضہ دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ یہاں کی واٹر سپلائی سکیم کو

جلدازجلد عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں آج کل صوبہ سندھ کی حکومت یا کراچی کے ادارے تقریباً ایک کروڑ روپے سالانہ ٹرکوں کی سپلائی پر جن کے ذریعے اس علاقہ میں پانی پہنچایا جاتا ہے خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان کو تین کروڑ روپے کا بلاسود قرضہ دیا جائے تاکہ اس علاقے کے لئے ایک مثبت سکیم بنائی جاسکے۔

دوسرا مسئلہ ٹرانسپورٹ کا ہے۔ یوں تو ٹرانسپورٹ کا مسئلہ ہر شہر میں ہے لیکن اس مسئلے کی سنگینی کا جو عالم کراچی میں ہے اس کی مثال کہیں کم ہی ملتی ہے۔ اس مسئلے پر قابو پانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ سڑکوں اور ریلوے کی توسیع کے منصوبے پر عمل کر کے مزید علاقوں کو اس کے احاطے میں لایا جائے اور دوسرا یہ ہے کہ روڈ ٹرانسپورٹ کی موجودہ سہولتوں میں اضافہ کیا جائے اور ان کی کارکردگی اور معیار کو بہتر بنایا جائے۔ پہلے طریقۂ کار کے متعلق ایک سکیم کے قابلِ عمل ہونے پر غور کیا جارہا ہے اور جلد ہی اس ضمن میں ایک حتمی فیصلہ کر لیا جائے گا۔ جہاں تک دوسرے طریقۂ کار کا تعلق ہے حکومت نے صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لئے کئی ایک اقدامات کئے ہیں مثلاً پبلک سیکٹر میں بسوں کی تعداد میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور اس طرح پبلک سیکٹر کے اندر بسوں کی درآمد کے لئے کئی رعایتیں دی گئی ہیں اور انشاء اللہ کچھ اور دی جائیں گی۔ کراچی روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ کراچی شہر میں اس وقت اڑھائی ہزار بسوں کی ضرورت ہے۔ اس وقت ہمارے پاس عام تخمینے کے مطابق گیارہ سو بسیں چل رہی ہیں۔ چودہ سو بسوں کی کمی کو پورا کرنے کے لئے توجہ دی جارہی ہے۔ اس کمی کو ایک دم پورا نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے جہاں میں پبلک سیکٹر جو کہ گورنمنٹ کے ادارے ہیں ان کی طرف توجہ دے

رہا ہوں میں آپ کی وساطت سے پرائیویٹ اداروں کو بھی اس طرف توجّہ دینے کی دعوت دیتا ہوں ۔ ہم انہیں مراعات دیں گے ۔ وہ میدان میں آئیں تاکہ پبلک کو ٹرانسپورٹ کی جو مشکلات ہیں انہیں دور کیا جا سکے ۔

تیسری چیز سیوریج کے متعلق میں نے ذکر کیا تھا ۔ پانی کی سپلائی کے ساتھ ساتھ پانی کی نکاسی کا مسئلہ بھی بہت اہم ہے جسے حل کرنے کے لئے ایک مربوط اور جامع منصوبہ تیار کیا جا رہا ہے جس پر انشاء اللہ جلد ہی کام شروع کیا جائے گا جس کے لئے بھی وفاقی حکومت بھرپور مالی امداد دے گی ۔

چوتھا تعلیمی سہولتوں کا مسئلہ ہے ۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ملک میں تعلیم کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنا صرف حکومت کے بس کی بات نہیں ۔ اس سلسلے میں نجی شعبے (پرائیویٹ انٹر پرائز) کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے ۔ لہٰذا حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ کراچی اور دوسرے شہروں میں تعلیمی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے نجی شعبے کی حوصلہ افزائی کی جائے اور میں اس سلسلے میں بھی پاکستان کے تمام شہریوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ پرائیویٹ سکول قائم کریں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پرائیویٹ تجارت شروع کر دیں بلکہ قوم کی خدمات کرنے کے لئے آگے بڑھیں تاکہ تعلیمی ضروریات کو پورا کیا جا سکے ۔ اس سلسلے میں ایک بار پھر اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں کہ ساٹھ لاکھ کی اس بستی کا ہر شہری ، اگر ساٹھ لاکھ میں سے ۲۰ لاکھ بچوں اور عورتوں کو الگ کر دیں تو پھر بھی چالیس لاکھ کی نفری اگر ایک روپیہ ماہوار بھی عطیہ دے تو چالیس لاکھ روپیہ ماہوار آپ جمع کر سکتے ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ سال میں تقریباً پانچ کروڑ روپے کے لگ بھگ رقم ۔ اس میں آپ سکول بنائیے ۔ بسیں خریدیئے ۔ سڑکیں بنائیے ۔ پل بنائیے ۔ دیکھئے کہ آپ خود اپنی مدد آپ کے تحت اگر

معمولی سی تکلیف بھی کریں اور تھوڑی سی مالی قربانی دینے کو تیار رہوں تو اس سے کئی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

اگلا نکتہ صفائی کا ہے۔ کراچی میں شہری صفائی کی سہولتیں بہتر بنانے کے لئے وفاقی حکومت دو کروڑ روپے کا بلاسود قرضہ دے گی جس سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لئے ایک سو ٹرک خریدے جائیں گے تاکہ کراچی میں صفائی کا پروگرام بہتر ہو جائے۔

کراچی میں کچی آبادیوں میں رہنے سہنے کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے وفاقی حکومت نے دو کروڑ روپے کی گرانٹ دینے کا اعلان کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں نے صوبائی حکومت کو بھی ہدایت کی ہے کہ وہ آئندہ ناجائز تجاوزات کی روک تھام کے لئے ضروری اقدامات کرے۔

بلدیاتی اداروں کا مالی بوجھ بہت اہم مسئلہ ہے اور بہت ضروری ہے۔ کراچی کے بلدیاتی ادارے بھاری مالی بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ اسکی ایک وجہ تو نظر ثانی شدہ تنخواہوں کے سکیل ہیں اور دوسری وجہ گذشتہ دور میں ان اداروں میں سیاسی وجوہات کی بنا پر اندھا دھند بھرتی ہے۔ اب مالی بوجھ کو کم کرنے کے لئے اندھا دھند چھانٹی تو نہیں ہو سکتی، لیکن ان اداروں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بعض اقدامات ضروری ہیں جن کا اعلان انشاء اللہ گورنر سندھ عنقریب کریں گے۔ وفاقی حکومت اس سلسلے میں ان کو پوری امداد دے گی۔

سیلاب کی روک تھام کے لئے صوبائی حکومت کو بالعموم اور کراچی شہر کو بالخصوص سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے کئی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے جن کے لئے ضروری رقوم پہلے ہی مختص کی جا چکی ہیں۔

اس کے علاوہ بعض مسائل کی نشاندہی مختلف وفود نے کی ہے۔ میں گذشتہ تین روز میں تقریباً پندرہ وفود سے ملا ہوں۔ انہوں نے جن باتوں کی نشاندہی کی ہے ان کا ذکر کرنا

چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے منظور شدہ دینی مدارس کے طلبا اور دوسرے طلبا کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا اور دینی مدارس کے طلباء کو بھی آمد و رفت کے لئے رعایتی ٹکٹ کی وہی سہولتیں حاصل ہوں گی جو دوسرے مدارس کے طلبا کو حاصل ہیں۔ اس بارے میں دینی مدارس اپنے طلبا کو شناختی کارڈ وغیرہ جاری کریں گے۔ اس کے علاوہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبا کو اُن کی قابلیت کے مطابق ملازمت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ جو عام طلبا کو سہولتیں ہیں وہی سہولتیں دینی مدارس کے طلبا کو بھی دی جائیں گی۔

مزدوروں کا وفد بھی مجھے ملا ہے۔ میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ گذشتہ ڈیڑھ، پونے دو سال میں جو میں نے دیکھا ہے، مزدوروں نے ہم سے بھرپور تعاون کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں بھی دونوں قسم کے لوگ موجود ہیں، لیکن جہاں ہمیں مزدوروں سے کچھ شکایات ہیں وہاں ہم اُن کی تعریف بھی کرنا چاہتے ہیں مزدور وفد جو مجھے ملا ہے اس سے بات چیت کرنے کے بعد مجھے بہت اطمینان اور خوشی ہوئی ہے۔ انہوں نے مجھ بڑی مثبت سفارشات پیش کی ہیں، لیکن چونکہ میں نے ایک لیبر کمیشن قائم کیا ہوا ہے اس لئے میں نے ان کو بھی یہ کہا ہے اور آپ کو بھی مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ جب تک لیبر کمیشن کی سفارشات حکومت کو نہیں مل جاتیں اس وقت تک ہم کوئی نیا قدم نہیں اٹھائیں گے۔ لیبر کمیشن مزدوروں کی موجودہ مراعات میں بلاجواز کوئی ردّ و بدل نہیں کرے گا۔

مجھ سے تاجروں کا ایک وفد بھی ملا ہے۔ تاجر برادری نے مجھے اپنے مسائل سے آگاہ کیا ہے انہیں حل کرنے کے لئے ضروری اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ شہریوں کے حقوق کی کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ کراچی میں ایک اور میڈیکل کالج قائم کیا جائے جس کے

متعلق آج کے اخبارات میں آپ نے اعلان پڑھ لیا ہوگا۔ میں نے کہا ہے کہ تقریباً چھ کروڑ روپیہ اگر کراچی کے شہری خود اکٹھا کرلیں تو باقی جتنی بھی رقم کی ضرورت پڑے گی وہ وفاقی حکومت دینے کے لئے تیار ہے، لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کراچی میں آغا خان ہوسپٹل بن رہا ہے اُسی کے ساتھ آغا خان صاحب نے میڈیکل کالج بنانے کا بھی ارادہ ظاہر کیا ہے۔ اس سے کراچی کے کچھ مسائل حل ہوں گے۔ اس بات کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک نہیں بلکہ مزید دو میڈیکل کالجوں کی ضرورت ہے۔ یہاں انجنیئرنگ کالج کی بھی ضرورت ہے، لیکن اس وقت ہمارے وسائل کم ہیں۔ اگر کراچی کے شہری آگے بڑھیں اور مدد کریں تو وفاقی حکومت اپنا رول ادا کرنے کے لئے تیار ہوگی۔ ٹرانسپورٹ ڈیلیگیشن نے جو سفارشات پیش کی ہیں، متفق ہوں۔ ٹرانسپورٹ کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں۔ سب سے ضروری چیز کراچی سرکلر ریلوے ہے اسے نہ صرف بہتر بنایا جانا ضروری ہے بلکہ اس میں توسیع بھی ضروری ہے جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ آدھے سے زیادہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے اگر ہم کراچی کے تمام مقامات کو سرکلر ریلوے سے ملادیں۔ جیساکہ میں نے کہا ہے کراچی کی آبادی ۶۰ لاکھ کے قریب ہے یہاں زیرِ زمین ریلوے کا نظام بھی ہونا چاہیئے لیکن سرفیس (SURFACE) ٹرانسپورٹ کے لئے تین مسائل ہیں اور تینوں کا حل ضروری ہے۔ بسوں میں اضافہ، جائز کرایہ کیونکہ جب تک ٹرانسپورٹر کو جائز کرایہ نہیں ملے گا وہ بسیں نہیں چلائے گا۔ اور تیسری چیز بسوں میں اضافے کا پروگرام جوکہ وفاقی حکومت کرے گی۔ سرکلر ریلوے جس کا میں ابھی ذکر کرچکا ہوں۔ اس کے علاوہ ٹرانسپورٹ کے متعلق تمام مسائل کا جائزہ لینے کے لئے میں جلد ہی انشاءاللہ اسلام آباد میں ایک ٹرانسپورٹرز کانفرنس بلانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ جس میں دیگر چیزوں کے علاوہ حادثات کی روک

تمام پر بھی غور کیا جائے گا اور بیمہ کمپنیوں کو اپنے فرائض بہتر طور پر انجام دینے کے لئے ضروری اقدامات کئے جائیں گے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جو لوگ نان ایگریڈ ایریاز (NON-AGREED AREAS) سے ہجرت کر کے آئے تھے اور انہیں زرعی زمینیں الاٹ ہوئی تھیں ان کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے وفاقی سطح پر ایک کمیٹی قائم کی جائے گی اور فی الحال موجودہ صورتِ حال کو برقرار رکھا جائے گا۔

مجھے اقلیتوں (MINORITIES) کا وفد بھی ملا ہے جس میں ایک نمائندہ شیڈولڈ کاسٹس (SCHEDULED CASTES) کا تھا۔ ایک صاحب عیسائیوں کی نمائندگی کر رہے تھے اور دوسرے پارسی کمیونٹی کی۔ میں نے انہیں یقین دلایا ہے کہ اسلامی نظام کے تحت اور اسلامی حکومت میں اقلیتوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ہر پاکستانی مسلمان شہری کو ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ اسلام نہ صرف یہ سکھاتا ہے کہ سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ نہ صرف مسلمانوں کے ساتھ بلکہ غیر مسلمانوں کے ساتھ جو آپ کے شہری ہیں ان کے ساتھ صحیح اور اچھا سلوک کیا جائے۔

بعض نے زبان کا مسئلہ اٹھایا ہے میں نے انہیں کہا ہے کہ پاکستان میں پاکستانی زبان اُردو ہے اور جیسا کہ نئی تعلیمی پالیسی میں ہم نے اعلان کیا ہے اُردو اور انگریزی اس وقت دو سرکاری زبانیں ہیں، لیکن اُردو پر ہم توجہ اس لئے دینا چاہتے ہیں کہ یہ قومی زبان ہے اور ہر پاکستانی شہری کی پہچان اُردو زبان سے ہونی چاہیئے اگرچہ وہ اپنی اپنی علاقائی زبانوں کا امتیاز رکھیں کیونکہ قوم کو یکجا کرنے کے لئے ایک متحد قوت (CEMENTING FORCE) زبان ہے اور زبان کے متعلق ہمیں کوئی شکوک وشبہات نہیں ہونے چاہئیں۔

اس کے علاوہ شیڈولڈ کاسٹس اور ہندوؤں کو اپنے اپنے مذہبی تہواروں میں شرکت کے لئے اگر وہ بھارت جانا چاہیں گے تو ان کو ہر قسم کی سہولت دی جائے گی۔

اگلا وفد لائنز ایریا کا تھا لائنز ایریا جس کا جیکب لائن جیسے سینیا لائنز اور اس کے علاوہ پانچ چھ لائنز پر مشتمل ہے یہ سرکاری کوارٹرز کا علاقہ ہے یہاں پر تین ہزار لوگوں کے رہنے کی گنجائش تھی لیکن آج کل نوے ہزار نفوس یہاں رہتے ہیں اور ۹۹،۹ فیصد لوگ یہاں پر ناجائز قابضین ہیں یعنی (ILLEGAL OCCUPANTS) ہیں، لیکن ہم ان کو اٹھا کر سمندر میں نہیں پھینک سکتے۔ ان کے اپنے مسائل ہیں۔ میں نے ان سے دو باتیں کہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ سرکاری زمین ہے اس لئے اس کو کچی آبادی سمجھ کر آپ کے حوالے کیا جائے، لیکن ان کو آباد کرنا حکومت کا کام ہے اس لئے ان کے مسائل کا جائزہ لینے کے لئے میں نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے اور انشاء اللہ میں نے ان سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ اس کمیٹی کا جائزہ لینے کے بعد میں انہیں خود بھی وہاں آکر دیکھوں گا۔ گورنر صاحب پہلے وہاں جا چکے ہیں اور ان کے مسائل ہم انشاء اللہ ضرور حل کریں گے۔

کراچی کے نواحی یا دیہی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے مسائل پر گورنر سندھ انشاء اللہ اپنی خصوصی توجہ دیں گے۔

کراچی میں اپنے سہ روزہ قیام کے تاثرات دیتے وقت میں کراچی پولیس کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے پتہ ہے کہ بعض حلقوں سے کراچی اور سندھ پولیس کو عموماً تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن غیر تسلی بخش صورتِ حال کی ذمہ داری سراسر پولیس پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ پولیس کے بھی اپنے مسائل ہیں۔ انہیں رہائشی سہولتیں مہیا نہیں ہیں، ٹرانسپورٹ نہیں ہے ان کی ضروری سہولتوں میں بہت زیادہ کمی ہے اور میں سمجھتا

ہوں کہ ان مشکلات کے باوجود مجموعی طور پر یہاں کی پولیس نے گذشتہ ڈیڑھ پونے دو سال میں میرے خیال میں بہت اچھا کام کیا ہے، لیکن ہر شہر ہر صوبے کے اپنے اپنے مسائل ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے تمام تر ذمہ داری پولیس پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ مجھے امید ہے کہ اس توجہ سے ان کی کارکردگی اور بہتر ہوگی چوریاں ہو رہی ہیں اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اس کی تمام تر ذمہ داری آپ پولیس پر نہیں ڈال سکتے۔ حادثات ہوتے ہیں ان کی ذمہ داری پولیس پر آپ نہیں ڈال سکتے۔ آپ کہتے ہیں کہ پولیس رشوت لیتی ہے لیکن رشوت دینے والے کی طرف بھی توجہ دیجئے کہ کون رشوت دیتا ہے۔ اس لئے آج اس خاص موقع پر کراچی پولیس اور سندھ پولیس کی تعریف کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اس نے باوجود اتنی تکالیف کے بہت اچھا کام کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ آئندہ بھی یہ اچھا کام کریں گے۔ ان کے موٹے موٹے مسائل مثلاً لیبارٹری کا مہیا کرنا یا ٹرانسپورٹ کا مہیا کرنا ضروری ہے۔ پولیس اسٹیشن کی جگہ تمبو لگا ہوا ہے یا مکان میں پولیس اسٹیشن قائم ہے۔ ان تمام چیزوں کو پورا کرنے کے لئے وفاقی حکومت نے ایک خاص رقم دینے کا ارادہ کیا ہے یہ تقریباً ایک کروڑ روپیہ بنتی ہے۔ ایک کروڑ روپے کی گرانٹ سندھ پولیس اور خاص طور پر کراچی پولیس کو دینے کا میں اعلان کر رہا ہوں تاکہ ان کے بڑے بڑے مسائل انسپکٹر جنرل آف پولیس سندھ حل کریں۔

اس کے علاوہ جو وفود مجھے ملے ہیں ان میں پی آئی اے کا ایک وفد بھی ہے۔ پی آئی اے کا ایک خاص طبقہ ہے جن کی تنخواہوں میں اضافہ نہیں ہوا ہے میں نے ان سے کہا ہے کہ جس طرح باقی پی آئی اے کے مختلف اداروں میں تنخواہ میں اضافہ ہوا ہے اس طرح ان کا جائزہ بھی لیا جائے گا لیکن قاعدے کے ذریعہ آنا چاہیئے یہ

نہیں کہ آج میرے پاس کوئی وفد آگیا تو میں ان کی تنخواہ میں اضافہ کردوں یہ چیز غلط ہے قاعدہ کے ذریعہ تمام چیزوں کا جائزہ لیا جائے گا اور ان کے جائز مطالبات کی طرف توجّہ دی جائے گی۔

این ڈی وی پی (NDVP) کا نام آپ نے سنا ہوگا۔ ان کا بھی ایک وفد مجھے ملا ہے۔ این ڈی وی پی کے بہت سے مسائل ہیں، لیکن ان میں سے تقریباً ساٹھ فیصد حل کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کو مستقل طور پر شامل (ABSORB) کیا جا چکا ہے کچھ لوگ نہ صرف سندھ بلکہ باقی صوبوں میں بھی ہیں۔ انہیں میں نے مشورہ دیا ہے کہ ہم انہیں ایک قاعدے کے تحت بحال کرنا چاہتے ہیں اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ پبلک سروس کمیشن کے سامنے جائیں۔ جن لیکچراروں کی پبلک سروس کمیشن نے منظوری دی ہے ان کو ہم نے پہلے ہی شامل کر دیا ہے باقی جو ہیں ان کو ہم ایک موقع اور دیں گے اگر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتیں ان کو ضرور شامل (ABSORB). کریں گے اور اس سال جولائی تک جو وظیفہ ان کو مل رہا ہے، ملتا رہے گا۔ اس کے بعد ختم ہو جائے گا، لیکن اس کے علاوہ ہم ان کو ایک اور سہولت دینا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ چونکہ وہ پانچ سال سے کام کرتے رہے ہیں اس لئے حکومت پاکستان کی کسی اسامی کے لئے پبلک سروس کمیشن میں درخواست دینا چاہیں گے تو ان کو عمر میں رعایت دی جائے گی۔

وکلاء کا وفد بھی مجھ سے ملا ہے ان کے بھی کچھ مسائل ہیں انشاءاللہ ان کے مسائل کو بھی حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کنسٹرکشن گروپ نے ایک بڑی مثبت سفارش کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح سندھ میں بلڈنگ کنٹرول آرڈیننس پاس ہوا ہے، میں باقی صوبوں سے بھی سفارش

کروں گا کہ وہ بھی بلڈنگ کنڑول آرڈیننس کو اپنے صوبوں میں رائج کریں۔ پریس کانفرنس میں اپنے کلمات ختم کرنے سے پہلے میں تین باتوں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ آج میں کراچی میں معذور بچوں کے ایک ادارے ایسوسی ایشن آف مینٹلی ریٹارڈ چلڈرن میں گیا۔ یہ ادارہ معذور بچوں کی تعلیم اور بہبود کے لئے بڑا مفید کام کر رہا ہے۔ میں جہاں اس ادارے کی کارکردگی دیکھ کر متاثر ہوا ہوں وہاں مجھے یہ سن کر افسوس بھی ہوا ہے کہ اس اہم اور مفید ادارے کے پاس عمارت ہے نہ ٹرانسپورٹ ہے اور نہ ہی مالی وسائل ہیں۔ میں نے آج وفاقی حکومت کی طرف سے اس ادارے کی امداد کے لئے چند ایک اقدامات کئے ہیں جن میں پلاٹ کی فراہمی، عمارت کے لئے رقم اور ٹرانسپورٹ کی سہولت شامل ہیں، لیکن صرف حکومت کی امداد سے ان اداروں کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ کراچی میں اس طرح کے پانچ ادارے کام کر رہے ہیں اور پانچوں ہی مالی مشکلات کا شکار ہیں ان کے علاوہ مزید ایسے اداروں کی ضرورت ہے کیونکہ ہماری آبادی کا تین سے پانچ فیصد حصّہ معذور افراد پر مشتمل ہے جن میں اکثریت بچّوں کی ہے۔ معذور افراد بالخصوص معذور بچّوں کی دیکھ بھال معاشرے کا اہم فرض ہے وہ معاشرہ جو اپنے سماجی فرائض پورے نہیں کرتا کبھی صحت منداور خوشحال نہیں ہو سکتا ہر کام کے لئے حکومت کی مدد سماجی شعور کی کمی کی علامت ہے۔ حکومت بیشک اپنے فرائض انجام دے گی لیکن یہ کام بنیادی طور پر سوسائٹی کا ہے جس طرح گھر کے معذور افراد کا خیال رکھنا گھر والوں کا اخلاقی فرض ہے۔ اسی طرح معاشرے کے معذور افراد کی دیکھ بھال معاشرے کا فریضہ ہے۔ میں اس شہر اور پورے ملک کے اہلِ ثروت اور مخیر حضرات سے اپیل کروں گا کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے سماجی فرائض پورے کریں۔ عطیے کی یہ

رقوم انکم ٹیکس سے مستثنےٰ ہوں گی ۔

دوسری چیز جس کا میں بالعموم ذکر کرنا چاہتا ہوں اور ۵ر مئی کو میں شیعہ حضرات سے اس کا وعدہ کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں ایک خدا، ایک رسُول اور ایک قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم نے بحیثیت مسلمان یہاں جس طرح کا نظامِ حیات قائم کرنے کا عہد کیا ہے وہ انشاء اللہ ضرور قائم کریں گے لیکن کسی ایک گروہ یا فرقے کا عقیدہ یا نظریہ یا فقہ دوسروں پر نہیں لاگو کیا جائے گا اس سلسلے میں فقہ جعفریہ یا کسی اور فقہ کے پیروکاروں کو کوئی خدشات نہیں ہونے چاہئیں۔ اختلافی پہلوؤں کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیٹی کا میں اعلان کر چکا ہوں جس کی تشکیل دی جا چکی ہے۔ جس میں متعلقہ فرقوں کو نمائندگی حاصل ہے یہ کمیٹی ان تمام قوانین کا جائزہ لے گی جو اسلامی طرزِ زندگی رائج کرنے کے لئے نافذ کئے جا رہے ہیں۔ میں تمام فرقوں سے تعلق رکھنے والوں سے اپیل کروں گا کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے پاکستان دشمنوں کو مفاد حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔ نظامِ اسلام کا نفاذ ہماری منزل ہے اور ہم یہ منزل مکمل اتحاد اور یکجہتی کے ذریعے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ اہلِ کراچی کو اپنے حقوق جتاتے وقت یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس ملک کے باشندے ہیں ان کے دلائل اور زورِ بیان نفاق پر نہیں بلکہ اتفاق پر صرف ہونا چاہیئے۔ کراچی ایک عظیم اور وسیع القلب شہر ہے جہاں سندھی، پنجابی، پٹھان، بلوچی اور مہاجر مل جل کر رہتے ہیں ان کا یہی اتفاق ان کی طاقت اور پاکستان کی خوشحالی کی ضمانت ہے اسلامی اخوت اور بھائی چارے کی فضا کو بہتر بنانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیئے۔

اب میں آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ چاہیں تو سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

سوال: اعلیٰ اختیارات کے جس ادارے کا آپ نے ذکر کیا ہے کیا اس میں کے ایم سی' اور 'کے ڈی اے' ختم ہوں گے یا اس کی کوئی اور شکل یا نوعیت ہوگی؟

جواب: یہ ٹھیک ہے میں نے جان بوجھ کر اس چیز کا ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ اس سلسلے میں کئی ایک سفارشات آئی ہیں۔ ایک میں یہ کہا گیا ہے کہ گریٹر میٹروپولیٹن کونسل بنائی جائے۔ بعض نے کہا ہے کہ کراچی میونسپل کارپوریشن کو سُپر ادارہ بنایا جائے اور باقی تمام ادارے اس میں ضم کر دیئے جائیں۔ یہ ایک صوبائی مسئلہ ہے، لیکن جس چیز کی ضرورت تھی جناب جنرل عباسی صاحب' نے، میں نے، گورنر صاحب کے باقی مشیروں اور صوبائی ایڈمنسٹریٹر نے مل کر اس پر اتفاق کیا ہے اور میں نے منظوری دی ہے کہ ایک بااختیار اعلیٰ سطح کا ادارہ ہونا چاہیئے۔ اب اس کو آپ جو مرضی کہہ لیجئے۔ اس کے طریقۂ کار کا اعلان جنرل عباسی صاحب اس کی تفصیلات کے بعد کریں گے۔

سوال: آپ نے ایک نیشنل فنانس کمیشن تشکیل دیا ہے۔ کیا آپ پسند کریں گے کہ جس طرح یہ کمیشن وفاقی انکم کے بارے میں فیصلے کرتا ہے اس طرح یہ دونوں صوبائی اور بلدیاتی ٹیکسوں کے بارے میں فیصلے کرے اور اس طرح خاص طور پر بلدیاتی اداروں کے خاطر خواہ نتائج نکلیں اور مالی لحاظ سے یہ مضبوط ہوں؟

جواب: یہ پہلے ہی زیرِ غور ہے، لیکن آپ کی تجویز بھی بہت بہتر ہے۔ میں اس

کی طرف بھی توجہ دوں گا۔

سوال : ۱۹۵۷ء میں ایک نیشنل کراچی کیلیمٹی فنڈ (NATIONAL KARACHI CALAMITY FUND) بنائی گئی اس میں اسی (۸۰) لاکھ روپے جمع کئے گئے تھے اس فنڈ کے استعمال کے سلسلے میں کیا اقدامات کئے گئے ہیں۔

جواب : میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر آپ اس کے لئے کوئی تجویز پیش کریں تو اس پر غور کیا جائے گا۔

سوال : میڈیکل کالج کی پیش کش کو آپ نے دہرایا ہے کہ کراچی کے لوگ اگر چھ کروڑ روپے جمع کریں تو آپ وفاقی حکومت کی طرف سے نو کروڑ روپیہ دیں گے۔ کراچی کے دورے کے درمیان کل میرے خیال میں ابراہیم علی بھائی ٹرسٹ کی طرف سے پیش کش آپ کو مل گئی ہے، اس سلسلے میں آپ نے کچھ غور کیا ہے؟

جواب : ابراہیم علی بھائی کی پیش کش ہم کو مل گئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم بلڈنگ بنا کر دیں گے، اس کے بعد اس کو حکومت چلائے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے ہمیں چھ کروڑ روپیہ لوگوں کی طرف سے آجائے اور علی بھائی اور قاسم بھائی بلڈنگ بنا کر دیں تو پندرہ کروڑ روپیہ ہم دیں گے اس طرح کالج بن جائیگا۔

سوال : ہائی پاور کمیٹیاں جو آپ بنائیں گے وہ لوکل باڈیز الیکشن کے پہلے بن جائیں گی یا بعد میں؟

جواب : لازمی بات ہے کہ پہلے بن جائیں گی۔ جب تک ہم اس کو تشکیل نہ دیں گے تو اس کے الیکشن کیسے ہو جائیں گے۔ لوکل باڈیز کے الیکشن ہوتے ہیں۔ یہ ادارہ پہلے بنے گا اور الیکشن بعد میں ہوں گے۔

سوال: اس الیکشن کے لئے کوئی تاریخ مقرر ہے کہ کب کرائیں گے؟

جواب: میں نے لوکل باڈیز الیکشن کے لئے سیاسی لیڈر صاحبان سے بات چیت کی ہے اور ان کے سامنے ایک مثبت تجویز لانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس سلسلے میں میں نے ان سے الگ الگ بات کی ہے۔ پھر ان کو ایک جگہ لاکر بات کریں گے۔ ممکن ہے وہ مانیں یا نہ مانیں۔ پھر اس کے بعد اگلا کیا قدم ہوگا۔ یہ جائزہ لیا جا رہا ہے اور وقت آنے پر آپ کو انشاءاللہ بتاؤں گا۔ ابھی فی الحال کوئی تاریخ مقرر نہیں کی گئی ہے۔

سوال: کراچی کے تعلیمی مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلائی گئی ہے اور شاید یہ بات بھی آپ کے علم میں لائی گئی ہے کہ جامعہ کراچی شدید مالی مشکلات کا شکار ہے۔ کیا آپ جامعہ کراچی کی مالی مشکلات کے حل کے لئے مالی امداد کے اعلان کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

جواب: کراچی یونیورسٹی کو میں کچھ مالی امداد دے چکا ہوں اور اب اگلے مالی سال کے بجٹ میں جہاں تمام یونیورسٹیوں کی گرانٹ شامل ہے۔ وہاں کراچی یونیورسٹی سب سے پہلے اور پیش پیش ہے، لیکن میں نے یہاں اس لئے اعلان نہیں کیا ہے کہ نہ تو اس دفعہ میں کراچی یونیورسٹی گیا ہوں نہ ہی مجھے اس کے مسائل کا اس دفعہ علم ہے سوائے مالی بحران کے جو گورنر صاحب کو معلوم ہے۔ اس لئے میرے اس موجودہ دورے میں کراچی یونیورسٹی کے لئے گرانٹ شامل نہیں ہے۔ بجٹ میں اس کا نمبر ضرور آئے گا۔

سوال: جناب، جو لوگ چاٹگام اور چالنا سے ہجرت کر کے کراچی آئے تھے ان کو مرکزی حکومت نے آباد کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے لئے مرکزی

حکومت نے دو کروڑ روپیہ دیا تھا لیکن اب تک انہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: دیکھئے آپ پاکستان کو یتیم خانہ مت بنایئے۔ میں آپ سے اسی قدر درخواست کروں گا۔ کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جہاں لوگ اتنے بھرتی کئے گئے ہیں کہ جہاں چار آدمیوں کی ضرورت ہے وہاں چالیس رکھے گئے ہیں۔

سوال: لیکن فیڈرل گورنمنٹ انہیں تنخواہ دے رہی ہے؟

جواب: فیڈرل گورنمنٹ تنخواہ دے رہی ہے تو کیا ہوا گورنمنٹ کی طرف سے ان کو وظیفہ مل رہا ہے جو لوگ کام جانتے ہیں ان کو خود بخود نوکری ملے گی۔

سوال: سندھ کے عوام کے مسائل کے حل کے لئے آپ کب سندھ کا دورہ کرینگے؟

جواب: میں جلد ہی انشاءاللہ دورہ کروں گا۔ سکھر سے ہو آیا ہوں۔ حیدرآباد جا چکا ہوں۔ کراچی کئی دفعہ آیا ہوں لیکن اس سلسلے میں یہ پہلا قدم ہے۔

سوال: اس دورے کی کوئی تاریخ، مہینہ وغیرہ۔

جواب: جولائی یا اگست میں۔

سوال: صدر صاحب! آپ نے کراچی میں ٹرانسپورٹ کے بارے میں ذکر کیا ہے اور اس کے لئے پبلک سیکٹر میں بسیں درآمد کرنے کے لئے فرمایا ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس کا پورا کرنا مشکل ہے اور اس کی بڑی وجہ گورنمنٹ کے ٹیکسز اور کسٹمز ڈیوٹیاں ہیں۔

جواب: ٹرانسپورٹرز سے میں پرسوں ملا ہوں۔ اس وقت کراچی میں گیارہ سو بسوں

میں سے سات سو بسیں نجی ملکیت میں ہیں۔ ساڑھے تین، چار سو بسیں اربن ٹرانسپورٹ بورڈ کی ہیں۔ سات سو میں اضافہ کیوں نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ ڈیوٹی نہیں۔ ڈیوٹی تو ہم نے پہلے بھی کم کی ہے اور مزید کم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کرائے کی شرح اتنی موزوں نہیں ہے کہ ٹرانسپورٹرز تمام اخراجات پورے کر سکیں۔ اس کی طرف ہم توجہ دیں گے۔

سوال : آپ کے حالیہ دورے کے دوران سب سے زیادہ والدین اور طلباء کی طرف سے جس چیز کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ میڈیکل کالج کا قیام ہے۔ لیکن اس کے ساتھ سب سے اہم مسئلہ میڈیکل کالج میں داخلہ کا ہے۔ کیا اس سلسلے میں حکومت غور کر رہی ہے کہ موجودہ میڈیکل کالجوں میں سیٹوں کی تعداد کچھ بڑھا دی جائے؟

جواب : موجودہ میڈیکل کالجوں میں تعداد اس وقت اتنی ہے کہ جہاں دس طلبا ہونے چاہئیں وہاں ۰۰ اطلبا ہیں۔ موجودہ میڈیکل کالجوں کی یہ حالت ہے۔ اب اگر اس میں آپ مزید اضافہ کرنا چاہیں تو پھر آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔

سوال : جناب صدر صاحب! کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی کی کارکردگی پر توجہ کی ضرورت ہے۔ بجلی کا نظام بہتر نہیں ہے اور اکثر رات نو اور ساڑھے نو بجے خبروں کے دوران بجلی غائب ہو جاتی ہے؟

جواب : میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ کراچی الیکٹرک سپلائی کمپنی کی کارکردگی اتنی بہتر نہیں ہے ان کے کچھ اپنے مسائل ہیں، کیونکہ یہ وفاقی ادارہ ہے ہم ان کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ان کے مسائل حل کر کے ان کی کارکردگی

کو بہتر بنا دیا جائے گا۔

سوال : آپ نے ٹیلی فون کے بلوں میں زیادتی کے بارے میں ایک کمیٹی بنائی تھی اس کی رپورٹ غالباً آپ کو مل چکی ہے۔ کیا آپ فرمائیں گے کہ اس رپورٹ پر غور کیا گیا ہے یا نہیں ؟

جواب : ابھی میں نے اس رپورٹ کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔

سوال : کراچی پورٹ ٹرسٹ کی حالت خاصی خراب تھی جب نیشنل لاجسٹک سیل آپ نے بنایا کیا آپ کے خیال میں نیشنل لاجسٹک سیل کو قائم رہنا چاہیئے ؟

جواب : نیشنل لاجسٹک سیل ایک مستقل ادارہ بنے گا۔

سوال : آپ نے اورنگی ٹاؤن میں پانی کے لئے تین کروڑ روپے مختص کئے ہیں، لیکن تعلیم کی سہولت کے سلسلے میں آپ نے اب تک کوئی اعلان نہیں کیا؟

جواب : تعلیمی اداروں کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اورنگی ٹاؤن کا سب سے بڑا مسئلہ پانی ہے جس کو میں نے حل کیا ہے تعلیم کا مسئلہ بھی ہے اس سلسلہ میں کچھ صوبائی حکومت کرے گی اور کچھ وہاں کے رہنے والے کریں۔ اگر اس میں مدد کی ضرورت پڑی تو ہم ضرور کریں گے۔

سوال : ٹرانسپورٹ کے سلسلے میں ابھی آپ نے بتایا ہے کہ چونکہ ٹرانسپورٹرز کو کچھ فائدہ نہیں ہو رہا ہے اس لئے بسوں میں بھی اضافہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک تجویز کرائے میں اضافے کی تھی۔ اس سلسلے میں کوئی فیصلہ ہوا ہے یا نہیں ؟

جواب : گورنر صاحب اس چیز کے متعلق جائزہ لیں گے۔

سوال : جنابِ صدر! لوکل باڈیز کے الیکشن کے بارے میں سوال ہے۔ ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ سیاستدانوں سے آپ نے الگ الگ بات کی ہے تو اس سلسلے میں کیا گول میز کانفرنس بلانے کی کوئی تجویز ہے ؟

جواب : تجویز زیرِ غور ہے لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔

سوال : جنابِ صدر! اگر آپ اجازت دیں تو میں کراچی کے مسائل کے حل کی بات کروں ؟

جواب : جی فرمائیے۔

سوال : بجٹ کا اعلان ایک مہینے میں ہونے والا ہے کیا اس نئے بجٹ میں کراچی کے عوام کے اقتصادی مسائل حل کرنے کے لئے حکومت کوئی رعایت دیگی ؟

جواب : دیکھئے وفاقی سطح پر تو میں آپ کو بتا سکتا ہوں اور آپ نے سوال کیا ہے تو میں پہلے بھی دو دفعہ بتا چکا ہوں اور آج تیسری دفعہ خاص طور پر کہتا ہوں کہ پاکستان کے عوام کے دلوں میں بہت جذبہ ہے اور وہ بہت سی قربانیاں دینے کے لئے تیار رہتے ہیں بشرطیکہ ان کی صحیح سمت میں راہنمائی کی جائے۔ پچھلی کانفرنس کی طرح آج پھر میں گندم کی مثال دیتا ہوں۔ گندم ہم ۳۵ روپے من خریدتے تھے اور اسے ۳۲ روپے من بیچتے تھے البتہ آٹا ۳۵ روپے من بیچتے تھے۔ آج ہم نے اس کی قیمت بڑھا کر ۴۵ روپے من کر دی ہے۔ ۴۵ روپے من گندم ہم خریدتے ہیں اور راشن کے آٹے کی قیمت بھی ۴۵ روپے من ہی رکھی گئی ہے، لیکن لوگوں نے اسے خندہ پیشانی سے قبول کیا ہے جو قابلِ تعریف ہے۔ میں عوام کے اس جذبے کی تعریف کرتا ہوں۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں اب مارشل لاء

کی حکومت ہے کل کو کوئی سیاسی حکومت آجائے گی۔ پچھلی حکومتوں کے حالات آپ دیکھ چکے ہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کو وسائل پیدا کرنے کے لئے کوئی طریقۂ کار اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں قوم کی کیا خدمات اور قربانیاں ہو سکتی ہیں۔ اس کا جائزہ لینا حکومت کا کام ہے۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ اگلے سال بجٹ بنانے کے لئے قوم کو اس حد تک جگایا جائے جس حد تک اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ بالکل پریشان ہو جائیں اور یہ بھی نہ ہو کہ ان کو سبز باغ دکھائے جائیں کہ ۷ ار نومبر کو ہم نے الیکشن کرا کے چلے جانا ہے۔ بعد میں آنے والے جو مرضی کرتے پھریں۔ میں دونوں چیزوں کے خلاف ہوں۔ ہم ضروری اقدامات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ کراچی میں جب تک آپ واٹر ریٹ نہیں بڑھائیں گے پانی کی رسد کس طرح بڑھائی جا سکتی ہے۔ پانچ پیسے دیکر آپ دس پیسے کا پانی نہیں لے سکتے۔ فرسٹ کلاس کا آپ کرایہ دینا نہیں چاہتے اور فرسٹ کلاس میں سفر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ تھرڈ کلاس میں سفر کرنا چاہیں تو تھرڈ کلاس کا ہی کرایہ دیں گے۔ اگر آپ فرسٹ کلاس میں سفر کرنا چاہتے ہیں تو بغیر اس کے کرائے کے کوئی آپ کو نہیں لے جائے گا۔ اس لئے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ صحافی حضرات اپنے زورِ قلم سے قوم کو صحیح سمت لے جانے کی خدمت انجام دیں۔

سوال : جناب صدر! آپ نے کچھ کے ڈی اے، کے قرضوں کا ذکر کیا ہے، لیکن کے ایم سی کے قرضوں کے متعلق آپ نے کچھ نہیں فرمایا جبکہ ستمبر ۱۹۶۳ء

کے فیصلے کے تحت وفاقی حکومت نے یہ قرضے معاف کردیئے تھے؟

جواب : ٹوٹل بجٹ گرانٹ جس کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں سندھ کی صوبائی حکومت 'کے ایم سی'، 'کے ڈی اے' وغیرہ تمام ادارے شامل ہیں۔ اس کی میں نے پوری رقم نہیں دی ہے۔ وفاقی حکومت کی طرف سے جن تمام اقدامات کا میں نے ذکر کیا ہے ان کے لئے رقم صوبہ سندھ کے سالانہ ترقیاتی بجٹ کی رقم سے زیادہ ہے۔

سوال : 'کے ایم سی' کے وفاقی اور صوبائی اداروں پر کچھ بقایاجات ہیں جن کی مقدار تقریباً ۲۷ اور ۲۸ کروڑ روپے بنتی ہے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ آڈیٹر جنرل اور اکاؤنٹنٹ جنرل کو ان کا بجٹ آڈیٹر مقرر کردیا جائے؟

جواب : آپ کوئی 'کے ایم سی' کے وکیل تو نہیں، اس کے نمائندے ہیں۔ میں بھی پاکستان کا شہری ہوں۔ کراچی میونسپل کمیٹی میں یا وہ وفاقی حکومت میں یا دو اداروں میں آپس میں کوئی بات ہے تو اس کی وکالت میں خود کروں گا۔ آپ فکر نہ کیجئے۔

سوال : جناب! آپ نے کہا تھا کہ کراچی کی آبادی اب ۶۰ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے۔ جبکہ اسمبلی کی نشستوں میں کراچی کو پرانی آبادی کے حساب سے نمائندگی دی جاتی ہے؟

جواب : اس طرف نہ جائیے یہ ایک سیاسی مسئلہ ہے۔ اس کے لئے الیکشن کمیشن کی طرف رجوع کیجئے۔

سوال : جناب آپ نے کراچی پولیس کی کارکردگی کی بڑی تعریف کی ہے؟

جواب : جی ہاں میں نے صحیح تعریف کی ہے۔

سوال : آپ نے کے ایم سی، اور کے ڈی اے کی کارکردگی کے متعلق بھی سنا ہوگا۔ پولیس سے زیادہ ان پر تنقید ہوتی ہے؟

جواب : میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے شاید آپ نے نہیں سنا کہ بعض جگہ رقم کی ضرورت ہے، بعض جگہ صبر کی ضرورت ہے اور بعض جگہ کارکردگی کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ کے ایم سی اور کے ڈی اے دونوں میں رقوم کے علاوہ ان کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

سوال: صدر صاحب! آپ نے مزدوروں کے متعلق کہا ہے کہ کوئی قدم نہیں اٹھایا جائے گا، جب تک کہ لیبر کمیشن کی سفارشات نہیں آجائیں۔ یہ رپورٹ کب تک آجائے گی؟

جواب : لیبر کمیشن کی رپورٹ اب تک آجانی چاہیئے تھی۔ اس میں کچھ تاخیر ہوگئی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ یہ جلد از جلد آجائے۔

سوال: لیبر کمیشن کن نمائندوں پر مشتمل ہے؟

جواب : لیبر کمیشن مزدوروں کے نمائندوں، آجروں کے نمائندوں اور حکومت کے نمائندوں پر مشتمل ہے۔ اگر وہ کوئی سفارشات کرتے ہیں تو لازمی بات ہے کہ وہ مزدوروں کے لئے کوئی فائدہ کی بات کریں گے۔ جو سفارشات وہ کریں گے ان کا جائزہ لیا جائے گا اور جو سفارشات قابلِ عمل ہوں گی ان پر عمل کیا جائے گا۔ باقی سفارشات پر غور کیا جائے گا۔

سوال : اگر ٹرانسپورٹرز نئی چیسز لانا چاہیں تو کیا ان کو اس سلسلے میں مراعات دی جائیں گی؟

جواب : یہ میں نے ابھی کہا ہے کہ ہم نے ٹرانسپورٹرز کو تمام مراعات دی ہیں اور

اگر وہ نئی چینلز لانے کی کوشش کریں گے تو ہم ان کو مزید مراعات دیں گے۔

سوال: آپ نے یہ اعلان کیا تھا کہ سرکاری افسران کی بدعنوانیاں ظاہر کرنے والوں کو تحفظ دیا جائے گا، لیکن اب تک جو اخباری اطلاعات موصول ہوئی ہیں اور جو حالات سامنے آئے ہیں ان سے یہ دیکھا گیا ہے کہ جنہوں نے اس سلسلے میں صحیح طور پر لکھا یا تو ان کی ملازمت ختم کر دی گئی یا وہ جیل خانے چلے گئے ان کو کیا تحفظ دیا گیا؟

جواب: جن لوگوں نے صحیح چیز لکھی ہے ان کو تحفظ دیا گیا ہے۔ اس کی میں ایک نہیں دس مثالیں دے سکتا ہوں۔

سوال: کراچی کے مسائل کے حل کے لئے جو طویل المیعاد منصوبہ بندی کی گئی ہے وہ کیا ہے میرے خیال میں چھ مہینے ہے؟

جواب: میں نے جو طویل المیعاد منصوبہ بندی کی ہے یہ چھ مہینے اور اگلے یہ چھ سال کے لئے ہے۔ یہ اس لئے کہ ان چھ مہینوں میں جو ہم کریں گے اس کا اثر اگلے چھ سال میں ظاہر ہوگا۔ ہم نے پندرہ سال کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا۔

سوال: صدر صاحب، آپ نے پہلے ایک اعلان کیا تھا اور وزیر اطلاعات نے بھی ایک ویج بورڈ کی تشکیل کا اعلان کیا تھا لیکن اب انہوں نے وزارت سے الگ ہونے کے بعد ایک اعلان کیا کہ مالکان کی مداخلت کی وجہ سے ویج بورڈ کام نہیں کر سکا ہے؟

جواب: میرے خیال میں میں اس چیز کا جائزہ لے کر کوئی اعلان کر سکوں گا۔

سوال: صدر صاحب آپ کے دورہ کراچی کے موقع پر تقریباً چار ہزار افراد نے

اپنے مسائل کے لئے آپ سے ملاقات کرنے کی درخواستیں ارسال کیں۔ کیا وہ تمام لوگ آپ سے مل سکے اور ان کے مسائل کا جائزہ لیا جائیگا۔

دوسرا سوال: پچھلے سال کی طرح کیا اس سال بھی کچھ طلبا نواب شاہ سے کراچی میں ایڈمشن حاصل کر سکیں گے۔ کیا میڈیکل کے داخلہ کے طریقۂ کار میں کوئی تبدیلی لائی گئی ہے؟

جواب: پہلے میں آپ کے دوسرے سوال کا جواب دیتا ہوں پچھلے دس سال سے ایک طریقۂ کار میڈیکل کالجوں میں داخلے کے لئے بنا ہوا ہے۔ اس میں ہم ردّ و بدل نہیں کریں گے۔ پچھلے سال ہم نے کچھ لڑکیوں کو نواب شاہ سے کراچی میں داخلہ دے دیا لیکن یہ چیز غلط ہے۔ جن لڑکیوں کا داخلہ نواب شاہ میں ہوا وہ وہیں پڑھیں گی اگر وہ پڑھنا چاہتی ہیں۔ ہم اب کوئی ردّ و بدل نہیں کریں گے۔ ایک کالج جو بنایا گیا ہے جب تک اس کا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا دوسرا بنانے کا کیا فائدہ ہے جو کالج پہلے بنے ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھایا جانا چاہیئے۔ آپ نے ایک دوسرے سوال میں چار ہزار درخواستوں کا ذکر کیا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک طریقۂ کار مقرر ہے اور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پہلا دن میں نے وفود سے ملنے پر صرف کیا ہے۔ میری کم از کم تسلّی ضرور ہوئی ہے اور تسلّی اس لئے ہوئی ہے کہ میں نوّے یا سو لوگوں سے ملا ہوں ان میں عورتیں اور مرد دونوں شامل تھے۔ اگر ان میں سے چند ایک مسائل میں نے حل کر دیئے ہیں تو مجھے اس سے ذہنی اور دلی تسکین ہوئی ہے، لیکن مجھے معلوم ہے کہ چار ہزار لوگ جنہوں نے

درخواستیں دی تھیں۔ وہ مجھے نہیں مل سکے ہیں۔ آپ چار ہزار کی بات کیوں کرتے ہیں۔ آپ کو تو ساٹھ لاکھ کی بات کرنی چاہیئے کیونکہ مسائل سب کے ہیں، لیکن ذاتی مسئلہ کوئی حکومت، کوئی ادارہ حل نہیں کر سکتا ہے۔

کراچی سٹاک ایکس چینج کے اراکین سے خطاب

۱۰ر مئی ۱۹۷۹ء

۱۰ر مئی ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت نے کراچی سٹاک ایکس چینج کا دورہ کیا اور ادارے کے اراکین سے مختصر خطاب کیا۔ اس سے پہلے کراچی سٹاک ایکس چینج کے صدر جناب محمد بشیر جان محمد نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور معاشی شعبے کی بہتری کے لئے تاجر برادری کی طرف سے متعدد تجاویز پیش کیں۔ انہوں نے صدر مملکت کے دورے کو سٹاک ایکس چینج کے ممبران کے لئے خیر و برکت کا موجب قرار دیا۔ انہوں نے اپنے ادارے کی کارکردگی اور قومی معیشت میں اس کے کردار پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی اور ملکی معیشت کی بحالی کے لئے کامیاب اقدامات پر صدر مملکت کو مبارکباد پیش کی۔ ایکس چینج کے صدر نے اپنے ادارے کی طرف سے ذہنی طور پر معذور بچوں کی ایسوسی ایشن کے لئے عطیہ کا بھی اعلان کیا اور کہا کہ رقم کا تعین اس لئے نہیں کیا گیا کہ ایکس چینج کے اراکین ابھی اور عطیات جمع کر رہے ہیں۔ اس سے ایک دن پہلے صدر مملکت نے ذہنی طور پر معذور بچوں کے ادارے کا معائنہ کیا اور حکومت کی طرف سے پندرہ لاکھ روپے کے عطیے کا اعلان کیا تھا۔

صدر مملکت نے اپنی تقریر میں تاجر برادری کے کردار کو سراہا اور کہا کہ آپ نے جو تجاویز پیش کی ہیں میں نے انہیں نوٹ کر لیا ہے اور ان پر پوری توجہ سے غور کیا جائے گا۔

صدر مملکت سٹاک ایکس چینج کے ٹریڈنگ ہال میں بھی گئے اور وہاں موجود افراد اور ادارے کے ملازمین سے باتیں کرتے ہوئے ایکس چینج کے عملے کی خدمات کو سراہا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب محمد بشیر صاحب،
جنرل عباسی صاحب، گورنر سندھ،
حضرات!

جناب بشیر صاحب نے بہت ہی طویل سپاس نامہ خود اپنے لئے تو تیار کر لیا، لیکن انہوں نے میرے متعلق کچھ بھی نہیں لکھا۔ لہٰذا میں اپنی یادداشت کے سہارے خود ہی کچھ عرض کروں گا۔ اگر میری یہ ملاقات برکتوں کی حامل ہو تو میں ہر روز یہاں آنے کے لئے تیار ہوں، لیکن جیسا کہ میں نے کل بھی کہا تھا کہ میں اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کسی بھی قسم کا جسمانی اور دماغی بوجھ برداشت کرنے سے اس وقت تک دریغ نہیں کروں گا تاوقتیکہ یہ ملک کو ہر قسم کے مقاصد کے حصول میں مدد نہ کر سکے اور اسٹاک ایکسچینج تو ایک اہم ادارہ ہے اسے نہ صرف ترقی کرنا ہے بلکہ جیسا کہ میں نے پچھلی مرتبہ بھی کہا تھا اور جناب بشیر نے بھی اس کا تذکرہ

کیا ہے، یہ ایک ہوا پیما ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے، آپ سب کی مدد و تعاون سے، آپ سب کی محنتِ شاقہ سے آج اس ہوا پیما کا اندراج نہایت تسلّی بخش ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ تسلسل قائم رہے گا، انشاء اللہ۔

جہاں تک آپ کی سفارشات کا تعلق ہے، میں نے تمام باتیں نوٹ کر لی ہیں اور یہ کاغذات میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ مجھے ان تمام باتوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ بایں ہمہ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ آپ کی جملہ سفارشات حقیقت آمیز ہیں اور میں اصولی طور پر ان سے متفق بھی ہوں، لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کا باقاعدہ مطالعہ کیا جائے اور جائزہ لیا جائے۔ میں انہیں ہفتوں میں نہیں، چند دنوں کے اندر فوری طور پر متعلقہ وزارتوں کو بھجواؤں گا اور ان کے فیصلے سے آپ کو آگاہ کر دوں گا، خصوصاً منافع کے متعلق اصولی طور پر میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں اور اس کا جواز بھی ہے، لیکن میں اپنے ماہرین کو اس کام پر لگاؤں گا کیونکہ جناب حمید ڈی۔ حبیب اپنی ذاتی حیثیت میں مجھے کچھ اور ہی بتاتے ہیں۔ جب میں ان سے اپنے ذاتی مشیر برائے برآمدی ترقیاتی بورڈ کی حیثیت سے دریافت کرتا ہوں تو ان کی سفارشات یکسر مختلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا میں ان باتوں کا خود ہی بغور جائزہ لوں گا۔

میں نے کل جس اسکول کا معائنہ کیا ہے، وہاں کے معذور بچّوں کی آپ نے جو امداد و اعانت کی ہے اس کی میں قدر کرتا ہوں۔ یہ ہم سب کا فرض ہے۔ ایسے ہی سارے اداروں کے لئے۔ گزرے خوش آئند وقتوں میں تاجر برادری اپنے فیاضانہ اعمال و افعال کے لئے خاصی معروف تھی۔ تاجر برادری کے اس روایتی عمل کے ساتھ دو باتیں اور بھی مشہور تھیں، ایک تو پابندی کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اب بھی اس پر عمل پیرا ہوں گے، دوسری خیراتی اداروں کی

تعمیر و تشکیل اور ہسپتال، کالج اور اسی قسم کے کاموں کے لئے سبقت لے جانے کا عمل۔ آج آپ نے اپنی دولت اپنے پاس ہی رکھ چھوڑی ہے۔ میں نے اپنی کل کی تقریر میں یہ ذکر کیا تھا کہ تعلیم ایک ایسا میدان ہے جہاں ہمیں نجی تعاون کی ضرورت درپیش ہے۔ براہِ مہربانی زیادہ سے زیادہ اسکول اور کالج کھولئے اور عوام کو تعلیم سے آراستہ کیجئے۔ جہاں تک آپ کے مفاد کا تعلق ہے، میں اس کا خیال رکھوں گا۔ بہ عجلت ترتیب دی جانے والی اس مہمان نوازی کے لئے میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں بے حد ممنون بھی ہوں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

پاکستان زندہ باد

کپاس کی بوائی کے آغاز کے موقع پر خطاب

۲۶ رمئی ۱۹۷۹ء

۲۶ رمئی ۱۹۷۹ء کو کپاس کی بوائی کے آغاز کے موقع پر بہاول پور میں کاشت کاروں نے اپنے مسائل تفصیل سے بیان کئے اور سیم وتھور پر قابو پانے میں واپڈا کی ناکامی اور اس جیسی دوسری مشکلات کھل کر بیان کیں۔

صدر مملکت نے کاشت کاروں اور ان کے نمائندوں کے خیالات پوری توجہ سے سنے اور بعد میں اپنے خطاب میں اس کا تذکرہ کیا کہ کاشت کاروں نے جس طرح آزادانہ طور پر اپنے مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ اس سے ایک آزاد ملک اور ایک آزاد قوم کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

صدر مملکت نے کہا مجھے امید ہے کہ آپ کے اٹھائے ہوئے جن معاملات کا تعلق صوبائی حکومت سے ہے ان پر گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خان فوری توجہ دیں گے۔ صدر نے یقین دلایا کہ جو معاملات وفاقی حکومت سے تعلق رکھتے ہیں ان کے بارے میں فوری اقدامات کئے جائیں گے۔ صدر نے یہ بھی کہا کہ آئندہ جب میں یہاں آؤں گا تو واپڈا والوں کو اپنے ساتھ لے کر آؤں گا تاکہ وہ بتائیں کہ انہوں نے کیا کام کیا ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔ صدر نے اس کوتاہی پر بھی افسوس کا اظہار کیا کہ گذشتہ تیس سال سے حکومتوں کی زیادہ تر توجہ شہری علاقوں کی طرف رہی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل سوار خان

اور

میرے کاشت کار بھائیو!

السلام علیکم - میں یہ کہنے میں بڑا فخر اور خوشی محسوس کرتا ہوں کہ آج جس طریقے سے بعض کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی ہے یہ ایک آزاد قوم اور ایک آزاد ملک کی دلالت ہیں، لیکن بدقسمتی سے ہمارے وسائل محدود ہیں اور ضرورتیں اتنی زیادہ ہیں کہ انہیں بیک وقت پورا نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے چند ایک باتوں کی طرف توجّہ دلائی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس میں سے جن چیزوں کا تعلق اس صوبے سے ہے، گورنر سوار خان صاحب ان کی طرف فوراً توجّہ دیں گے۔ جو معاملات وفاقی حکومت سے متعلق ہیں ان کے بارے میں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ فوری اقدامات کئے جائیں گے۔ مثال کے طور پر بہاولپور ڈویژن میں پچھلے آٹھ دس دنوں سے پٹرول کی کمی ہے اگر ان کا نقل و حرکت سے

تعلق ہے تو میں انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ یہ کمی پوری ہو اور آپ کو جلد سے جلد پٹرول اور ڈیزل دستیاب ہو سکے۔

زراعت میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ سیم کا ہے۔ میں اس وقت آپ کو یہ نہیں بتا سکتا کہ پورے ملک میں اس سے بچاؤ کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں۔ واپڈا میں کمزوریاں ضرور ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں مگر واپڈا نے سیم و تھور کے انسداد کے لئے جو کام کیا ہے، وہ قابلِ تعریف اور قابلِ ستائش ہے، لیکن مسئلہ اتنا پیچیدہ اور گمبھیر ہے کہ اس کو بیک وقت حل کرنا مشکل ہے۔ میں عنقریب بہاولپور کا تفصیلی دورہ کروں گا اور واپڈا کے ارکان کو ساتھ لے کر آؤں گا۔ اس موقع پر آپ کو بتاؤں گا کہ انہوں نے کیا کام کیا ہے اور اگر نہیں کیا ہے تو اس کی کیا وجہ ہے۔

ایک اور بات جس کی طرف وفاقی حکومت کی توجہ دلائی گئی ہے وہ قرضوں کے متعلق اقبال مصطفےٰ صاحب کی رپورٹ ہے اس کا جائزہ لیا جائے گا اور زرعی قرضوں کے طریقہ کار کو آسان تر بنایا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ کسانوں اور عام زمینداروں کو قرضے کی سہولت پہنچائی جائے اور اس کے طریقۂ کار کو سہل بنایا جائے۔

جہاں تک گنے کی قیمت کا تعلق ہے یہ ابھی نہیں بڑھے گی۔ میں نے اس مسئلہ کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور تمام طبقۂ فکر کے لوگوں سے مشورہ کیا ہے۔ متعلقہ لوگ تو چاہیں گے کہ پھٹی کی قیمت، گنے یا کپاس کی قیمت فوراً بڑھ جائے۔ گندم کی قیمت بڑی سوچ بچار کے بعد بڑھائی گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ جس طرح قوم نے ہمارے ساتھ اس معاملہ میں تعاون کیا ہے آئندہ بھی اسی طرح تعاون کرے گی۔ یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ لوگوں کو بھوکا مرنے دو جو بھوکا مرے گا وہ اپنی گندم خود اُگائے گا، حکومت کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایسی پالیسی سے بالکل اتفاق نہیں رکھتا۔

یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ قوم کی بہتری کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

ہماری اصل بیماری یہ ہے کہ حکومت کی ساری توجہ شہری علاقوں کی طرف ہے۔ ایسا پچھلے ۳۰ سال کے عرصہ میں ہوا ہے اور ہم بھی اس میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہیں لا سکے۔ گندم کی راشننگ کا طریقہ بھی صرف شہری علاقوں میں ہے۔ دیہات میں تو آج تک کسی نے راشن ڈپو نہیں کھولا۔ اصل بات یہ ہے کہ گندم کی پیداوار اتنی کم ہوئی کہ ہمیں ۲۵ لاکھ ٹن گندم باہر سے منگوانی پڑی ہے۔ اب اگر اس سال کی طرح گندم کی پیداوار میں اضافہ ہوتا رہا تو اگلے سال تقریباً دس لاکھ ٹن گندم باہر سے منگوانی پڑے گی۔ لیکن اگر آپ گندم کی پیداوار مزید بڑھائیں تو انشاء اللہ اس سے اگلے سال ہمیں باہر سے گندم نہیں منگوانی پڑے گی۔ اس لئے پیداوار بڑھانے میں تمام کسان بھائیوں کو پوری جدوجہد کرنی چاہیئے۔ جہاں تک آپ کی رقم کا تعلق ہے مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ جینر (GINNER) کسان کو پہلے پیشگی رقم دے دیا کرتا تھا۔ اس دفعہ جینر نے پیشگی رقم دینے کی بجائے اس کی رقم ہی کھالی۔ اس کا مناسب علاج ڈھونڈیں گے کہ جینر (GINNER) کے پاس جو رقم ہے وہ کسانوں کو واپس کریں۔ اگر ان کے پاس رقم نہیں ہے تو ان کو کس طریقے سے مدد دی جا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں لوگ حکومت سے تو بہت زیادہ توقعات رکھتے ہیں مگر انفرادی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

انتظامیہ میں بھی بہت سی کمزوریاں ہیں۔ آج کی یہ کانفرنس ایک تکنیکی کانفرنس ہے۔ اس کو میں کوئی سیاسی رنگ دینا نہیں چاہتا ہوں آپ شکایت کرتے ہیں کہ ورکر کام نہیں کرتا۔ آپ کہتے ہیں کہ ایگریکلچر ڈویلپمنٹ بینک بھی چھوٹے کسانوں کو قرضے نہیں دیتا۔ چھوٹے کسانوں کو قرضہ دینے کے لئے ان کے پاس کوئی مد نہیں ہے، ڈیزل نہیں ہے، پٹرول نہیں ہے، سڑکیں نہیں ہیں، سکول نہیں ہیں، تو

اس کمی کو پورا کرنے کے لئے جب تک قوم اپنی مدد آپ کے تحت اپنے مسائل حل نہیں کرے گی تو یہ کمیابی کیسے پوری ہوگی۔ اگر آپ الیکشن کرواکر دوسو نمائندے صوبائی اسمبلی اور دوسو قومی اسمبلی میں بھی بھیج دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ سوائے سیاسی تقریروں کے آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکیں گے، لیکن اس کا یہ مطلب نہ سمجھئے کہ میں الیکشن نہیں کروانا چاہتا۔ میں جس بات کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں اور جس کی تمام سیاسی پارٹیاں میری مخالفت کر رہی ہیں وہ ہے لوکل سلف گورنمنٹ۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ ایک ضلع کی ڈسٹرکٹ کونسل کی صدارت ایک منتخب آدمی کو ہی کرنی چاہیئے۔ ڈپٹی کمشنر کو عوام کا خادم بن کر کام کرنا چاہیئے۔ صوبائی حکومت کو چاہیئے کہ اپنی کارکردگی بہتر بنائے، انتظامیہ اور پولیس کو انکساری سے کام کرنا چاہیئے۔ میرا ایمان ہے کہ اس ملک کو قائم و دائم رکھنے کے لئے سیاسی عمل کی بنیاد مضبوط ہونی چاہیئے۔

آپ نے جن چیزوں کی طرف نشاندہی کی ہے، انشاء اللہ میں وفاقی حکومت کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ قرضوں کی سہولت دی جائے گی، پھٹی کی قیمت جو آپ کو نہیں ملی ہے وہ دلوائی جائے گی، پٹرول اور ڈیزل کی فراہمی کر دی جائے گی۔

میں آپ حضرات کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں میں اقبال مصطفےٰ شاہ صاحب سے کہتا ہوں کہ وہ راولپنڈی تشریف لائیں۔ آپ کی تجاویز پر غور کیا جائے گا شکریہ۔

پاکستان زندہ باد

کاٹن کانفرنس سے خطاب

۲۶ رمئی ۱۹۷۹ء

۲۶ رمئی ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے بہاولپور میں کاٹن کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس سے پہلے صدر مملکت نے گورنمنٹ ایگریکلچرل فارم میں کپاس کی بوائی کا افتتاح کیا۔

کاٹن کانفرنس میں زرعی ماہرین، سائنس دانوں، کاشت کاروں اور ان کے نمائندوں کے علاوہ متعلقہ سرکاری حکام نے بھی شرکت کی۔ پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل سوار خان اور اعلیٰ صوبائی حکام بھی اس موقع پر موجود تھے۔

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی تقریر میں ملکی معیشت کے لئے کپاس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اعلان کیا کہ حکومت ملک میں کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لئے بڑے پیمانے پر ایک مہم شروع کر رہی ہے۔ یہ مہم زرعی ماہرین اور سائنس دانوں کی سفارشات کی روشنی میں تیار کی گئی ہے۔

کانفرنس میں کاشت کاروں اور ان کے نمائندوں نے بھی اپنے مسائل پیش کئے۔ صدر مملکت نے ان کے مسائل اور شکایتوں کو نہایت توجہ کے ساتھ سنا اور ان کے حل کے لئے ہر ممکن کوشش کا یقین دلایا۔ کاشت کاروں کی طرف سے جن مسائل کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ان میں سیم و تھور کے خاتمے میں واپڈا کی ناکامی، جدید ٹیکنالوجی اختیار کرنے کے لئے سہولتوں کی ضرورت، کپاس کے کاشت کاروں کو کاٹن جینرز کی طرف سے بقایاجات کی جلد ادائیگی وغیرہ شامل ہیں۔ صدر مملکت نے ان مسائل پر توجہ دینے اور ان کے حل کی کوششیں تیز تر کر دینے کا یقین دلایا۔

پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل سوار خان نے کانفرنس میں تعارفی تقریر کرتے ہوئے

بتایا کہ اس سال کپاس کی پیداوار بڑھانے کے لئے ایک ایکشن پلان تیار کیا گیا ہے اور صوبائی محکمہ زراعت کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس پلان کی کامیابی کو یقینی بنائے. کاشت کاروں کو اچھا بیج فراہم کیا جائے اور اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کسانوں کو کیمیاوی کھاد اور قرضوں وغیرہ کے حصول میں دشواری پیش نہ آئے۔ گورنر نے خبردار کیا کہ کاشت کاروں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے میں کسی کوتاہی کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

جناب گورنر پنجاب، جنرل سوار خان صاحب،

صوبائی مشیر، جناب عبدالغفور بھٹی صاحب

اور

میرے کاشتکار بھائیو!

السلام علیکم۔ میں جناب جنرل سوار خان، ڈاکٹر عبدالغفور بھٹی اور آپ سب کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس کپاس کانفرنس میں شرکت کا موقع دیا۔ درحقیقت گذشتہ ڈیڑھ دو سالوں میں زندگی کے دوسرے شعبوں کے ساتھ ساتھ زراعت کی طرف بھی ہماری خاصی توجہ رہی ہے۔ میری ذاتی طور پر بھی یہ کوشش رہی ہے اور اس میں جنرل سوار خان صاحب کا بہت زیادہ ہاتھ ہے کہ انہوں نے مجھے اہم فصلوں کی بوائی اور کٹائی کے موقعوں پر حاضر ہونے کا موقع دیا۔ ایسے موقعوں پر میری موجودگی سے آپ کو جو تقویت حاصل ہوتی ہوگی اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہے۔ اگر آپ سچ پوچھیں

تو مجھے ایسی تقریبوں میں شریک ہو کر دلی سکون اور راحت محسوس ہوتی ہے کیونکہ میں زرعی ترقی کو پاکستان کی معاشی ترقی کے لئے اور کسانوں کو زرعی ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی سمجھتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں پاکستان کی معاشی خوش حالی زرعی ترقی کے بغیر اور زرعی ترقی کاشت کاروں کی اور کسانوں کی محنت اور تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔

کپاس کی فصل ہماری زرعی معیشت میں اہم مقام رکھتی ہے۔ سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس فصل پر ہماری ٹیکسٹائل انڈسٹری کا انحصار ہے جو ہماری کپڑے کی ضروریات کو پورا کرتی ہے اور برآمدات کے ذریعہ زرمبادلہ بھی کماتی ہے۔ اس فصل کی کی اہمیت کا دوسرا پہلو خوردنی تیل سے متعلق ہے جس کی درآمد پر ہمیں سالانہ دو ارب روپے کا زرِمبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے اور اس فصل کی تیسری اہمیت یہ ہے کہ اگر ہم اپنی قومی ضروریات سے وافر کپاس پیدا کر سکیں تو ہم اسے برآمد کر کے قیمتی زرِمبادلہ بھی کما سکتے ہیں۔

حکومت کو کپاس کی اہمیت کا احساس آج نہیں ہوا، شروع سے ہی ہے۔ حکومت ہمیشہ اس فصل کو فروغ دینے کے لئے کوشاں رہی ہے۔ اگر ہماری کوششوں کے باوجود گذشتہ فصل توقع سے کم ہوئی ہے تو اس کی بڑی وجہ ناسازگار موسمی حالات بتائے جاتے ہیں۔ ممکن ہے موسمی حالات کے علاوہ اس میں کسی انسانی کوتاہی کا بھی دخل ہو کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال گندم اور چاول جیسی اہم فصلوں کو جیساکہ ابھی آپ نے سُنا ہے اپنے فضل وکرم سے کامیاب بنایا ہے جس کے لئے ہم اس کے شکرگزار ہیں۔ اگر ہم میں کوئی خامی نہیں تو اس کا فضل وکرم کپاس کی فصل پر بھی ہمارے شاملِ حال ہو گا۔ لہذا ہمیں اس کے فضل وکرم کی امید رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی کوششوں کو

بھی بہتر بنانا چاہیئے۔

پچھلی فصل کے غیر تسلّی بخش ہونے کی وجوہات پر صوبائی مشیر زراعت، جناب ڈاکٹر عبدالغفور بھٹی، نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور گورنر صاحب نے بھی صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لئے بعض اقدامات کا ذکر کیا ہے۔ یہ اقدامات، ماہرین کی ان سفارشات کی روشنی میں کئے جا رہے ہیں جو انہوں نے اس سال کے شروع میں منعقدہ سیمینار میں مرتّب کی تھیں۔ میرے خیال میں اس کپاس کانفرنس میں سائنس دانوں اور زرعی ماہرین کی ان سفارشات کے متعلق زمینداروں اور کاشتکاروں کے خیالات بھی معلوم کرنے چاہئیں تاکہ اُن کے تجربے کی روشنی میں، ان اقدامات میں اگر کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت ہو تو وہ بروقت کر لی جائے کیونکہ زرعی پیداوار بڑھانے کے کسی پروگرام میں کاشتکاروں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے امید ہے کہ موجودہ کپاس کانفرنس میں ان کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس جامع پروگرام کو اور بہتر بنایا جائے گا جو پہلے ہی صوبائی حکومت، ماہرین کی مدد سے تیار کر چکی ہے۔

مجھے بڑی خوشی ہے کہ کپاس کی فصل کو بہتر بنانے کے لئے بیج کی صحت پر پوری توجّہ دی جا رہی ہے جس کی وجہ سے زمینداروں میں سیڈ کارپوریشن اور زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے فراہم کردہ بیج کی مانگ بڑھ گئی ہے۔ اس سال بیج کی دوبارہ چیکنگ کا جو انتظام کیا گیا ہے وہ یقیناً بیج کی مقبولیّت اور اس پر کاشتکاروں کے اعتماد میں اضافے کا باعث بنے گا۔ ہمارے زراعت پیشہ بھائی محکمہ زراعت کے مشوروں پر پوری طرح عمل نہیں کرتے مثلاً جیسا کہ ابھی ڈاکٹر صاحب نے فرمایا وہ فی ایکڑ پودوں کی مقرر کردہ تعداد پر کاربند نہیں رہتے یا وہ کپاس کو قطاروں میں نہیں بوتے۔ محکمہ زراعت اور کاشتکاروں کے درمیان عدم تعاون کی اس خلیج کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں

آتی کیونکہ محکمہ زراعت اور کاشتکار دونوں ایک ہی مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں، یعنی پیداوار کی کوالٹی عمدگی اور مقدار کو بہتر بنانا۔ ہمارے کاشتکار جو صدیوں سے اپنے تجربے کی روشنی میں بہتر فصل حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یقیناً وہ حکومت کے فراہم کردہ مفت مشوروں کو بھی خندہ پیشانی سے قبول کریں گے بشرطیکہ انہیں یہ یقین دلایا جائے کہ ان مشوروں پر عمل کرنے سے ان کو ان کی محنت کا بہتر پھل مل سکے گا۔ باہمی اعتماد کے اس خلا کو پُر کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہیئے کیونکہ یہ مسئلہ صرف کپاس کی فصل کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہمارے تمام زرعی پروگرام کی کامیابی کی کنجی ہے۔ کامیاب فصل حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے نقصان دہ کیڑوں سے بچایا جائے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلے سال کی فصل کے غیر تسلی بخش ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پودوں کو بروقت مؤثر طریقے سے نقصان دہ کیڑوں سے نہ بچایا گیا۔ میرے خیال میں اس طرف زیادہ سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اس میں کیڑے مار دوائیوں کا چھڑکنا یعنی سپرے (SPRAY) بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے فصل پر کیڑے مار دوائیوں کا بروقت سپرے (SPRAY) نہ کیا جائے تو کاشتکار کی سال چھ مہینے کی محنت ضائع ہو جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کاشتکار بھائی خود اس کام کو اپنے ذمہ لے لیں تو یقیناً وہ اپنی فصلوں کو زیادہ بہتر طریقے سے محفوظ کر سکیں گے۔ اس سلسلے میں کیڑے مار دوائیں اور ضروری مشینری مہیّا کرنے میں حکومت مدد دے سکتی ہے اور اگر ہماری کوآپریٹو سوسائٹیاں یہ کام کرنا چاہیں تو حکومت ان کی بھی مدد کرے گی۔ میں اس سے یہ مطلب نہیں لے رہا ہوں یا اس چیز کی طرف اشارہ نہیں کر رہا ہوں کہ حکومت بالکل اس سے اپنا ہاتھ اٹھائے گی۔ جہاں تک ہوائی سپرے (AERIAL SPRAY) کا

تعلق ہے یا ہاتھوں سے سپرے (SPRAY) کا تعلق ہے، حکومت جتنی بھی کوشش ہو سکے گی ضرور کرے گی تاکہ دوائیوں کے چھڑکنے کے نظام کو بہتر بنایا جا سکے۔

معزز حاضرین!

بعض حلقوں نے مجھے یہ تاثر دیا ہے کہ پچھلی فصل کے تجربے کے بعد کاشتکاروں میں کپاس بونے کی دلچسپی کم ہو گئی ہے۔ اللہ کرے یہ تاثر غلط ہو مجھے امید ہے کہ فصل کی بوائی کے موقع پر ہمارے کاشتکار بھائی اس تاثر کو عملی طور پر غلط ثابت کر دیں گے لیکن پھر بھی اپنی خامیوں سے سبق سیکھنے کے لئے پچھلی فصل کی طرف رجوع کرنا کوئی بُری بات نہیں اس سلسلے میں، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلی فصل جو تخمینے کے مطابق کم ہوئی ہے لیکن کپاس کے کم پیدا ہونے اور قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے کاشتکار بھائیوں کو فائدہ ہوا ہے، نقصان نہیں ہوا۔ اگر نقصان ہوا ہے تو وہ جنرز (GINNERS) کو ہوا ہے اور اس نقصان کی ذمہ داری ان کے اوپر ہے کیونکہ انہوں نے سٹہ لگایا ہے لیکن مجھے امید، ہے کہ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے ہر اس ادارے کو، کاشتکار سے لے کر کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن تک یا ٹیکسٹائل انڈسٹری تک، جہاں پر بھی روئی اور کپاس کی کھپت ہے، ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کریں گے کہ ان تمام اداروں کو تقویت حاصل ہو اور ان کی مدد کی جائے۔ پچھلی دفعہ ہم نے، جیسا کہ آپ نے پہلے بھی سنا ہے، کپاس کی فصل کی پیداوار کا جو اندازہ لگایا تھا وہ ہماری ملکی ضروریات سے زیادہ تھا۔ اس پُرامید تخمینے کے مطابق ہم نے بعض ممالک کو دو اڑھائی لاکھ گانٹھیں برآمد کرنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن ابھی فصل کھیتوں میں تھی کہ ناموزوں موسمی حالات نے ہماری امیدوں پر پانی پھیر دیا اور ہمیں یہ خدشہ ہونے لگا کہ شاید ہم بمشکل اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بھی کپاس پیدا کر سکیں۔

ہماری ٹیکسٹائل ملوں کو جہاں لاکھوں مزدور کام کرتے ہیں، سال بھر چالو رکھنے کے لئے تقریباً کوئی بائیس تئیس لاکھ گانٹھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ اپنے مزدوروں کو بیکار بنا کر دوسرے ممالک کی ضروریات کو پورا کریں۔ چنانچہ ہم نے کپاس کی دو لاکھ ساٹھ ہزار گانٹھوں کی برآمد کا آرڈر منسوخ کر دیا۔ ہمارا تخمینہ شروع ہی سے غلط تھا۔ بعض ذرائع نے اتنا تخمینہ لگایا تھا کہ جو امید سے زیادہ تھا اور بعض ذرائع نے اتنا کم تخمینہ لگایا تھا کہ اس پر یقین نہیں آتا تھا۔ اس تخمینے کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے فصل کچھ پہلے کی نسبت ضرور کم ہوئی ہے، لیکن پھر بھی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو مستحکم کیا جا سکتا تھا اور کچھ نہ کچھ روئی برآمد بھی کی جا سکتی تھی۔ ان چیزوں کے باوجود مجھے افسوس ہے کہ ابھی بھی فی الحال صرف (GINNERS) جنرز کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے جنرز نے کاشتکاروں کی رقم ادا نہیں کی ہے۔ ہم اس طرف توجہ دے رہے ہیں اور امید ہے کہ جلد ہی اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالا جائے گا۔

اس کے باوجود ہم یہ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ اگر کسی وجہ سے ہم اس قابل ہوں کہ کچھ نہ کچھ کپاس باہر بھی بھیجی جا سکے تو اسے برآمد بھی کیا جائے گا۔ کپاس کی برآمد بند کرنے سے بیشک دیسی منڈیوں پر اثر پڑا ہے، لیکن اتنا نہیں جتنا ہمارے کاشتکار بھائی کہتے ہیں۔ حکومت نے پھٹی کی جو کم از کم قیمت خرید مقرر کی تھی وہ اپنی جگہ بحال رہی۔ سرکاری اداروں کو ہدایات کی گئی کہ وہ مقررہ قیمت پر پھٹی خریدیں۔ اس دوران پچھلی گرمیوں میں کپاس کی بین الاقوامی قیمتیں بھی گر گئیں، لیکن پھر بھی ہم نے حکومت کی مقررہ کردہ قیمت خرید میں کوئی کمی نہ کی کیونکہ ہم چاہتے تھے کہ کسانوں کو ان کی محنت کا خاطر خواہ معاوضہ ضرور ملے۔ اس سال بھی ہم نے کپاس کی قیمت خرید وہی رکھی ہے جو پچھلے سال تھی۔ اگر آئندہ مہینوں میں

بین الاقوامی قیمتیں بڑھ جائیں اور ہمارے کاشتکاروں کو حکومت کی مقرر کردہ قیمت سے بہتر دام ملنے لگیں تو اس کا فائدہ بھی کاشتکاروں کو ہی پہنچے گا۔ جہاں تک واجبات کا تعلق ہے جو مختلف محکموں نے ادا کرنے ہیں تو میں اپنے کاشتکار بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی ادائیگی میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔ یہ ان کی محنت کا پھل ہے جو انہیں ضرور ملنا چاہیے اور ملے گا۔

میں جناب گورنر صاحب، مشیرِ زراعت جناب بھٹی صاحب اور اپنے کاشتکار بھائیوں کا مشکور ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت دے کر مجھے نہ صرف عزت بخشی بلکہ یہ موقع بھی فراہم کیا کہ میں آپ سے کچھ گفتگو کرسکوں، لیکن اس کے ساتھ ہی اس محفل کو سجانے اور کامیاب بنانے میں فیلڈ ورکرز، بیلداروں اور جن جن حضرات نے اپنی محنت سے کام کیا ہے میں ان کی تعریف کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ ایسی کانفرنسیں منعقد کرنے سے ہماری فصلوں کو بہتر بنانے کے مفید نتائج برآمد ہوں گے۔ جہاں تک ایکسٹینشن پروگرام اور ورکرز کا تعلق ہے، مجھے بھٹی صاحب نے بتایا ہے کہ ان کی تنخواہوں کا کچھ مسئلہ ہے۔ میں انشاء اللہ واپس جا کر ان کی تنخواہوں کے مسئلے پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کروں گا تاکہ ان کا یہ مسئلہ بھی حل کیا جاسکے۔ آخر میں، میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے خیالات بڑی توجہ سے سنے۔ آپ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت کو کامیاب کرے اور موسم کو خوشگوار رکھے تاکہ کپاس کی فصل پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت اور ہماری دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

پاکستان زندہ باد

گھوٹکی میں کپاس کی بوائی کے سلسلے میں منعقدہ تقریب سے خطاب

۲۶ مئی ۱۹۷۹ء

۲۶ مئی ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت بہاول پور سے صوبہ سندھ میں سکھر کے قریب سرحد فارم گھوٹکی پہنچے اور وہاں کپاس کی بوائی کے آغاز کے سلسلے میں منعقدہ ایک تقریب میں شرکت کی۔

اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے صدر نے اس سال گندم کی بہتر فصل پر کاشتکاروں کو مبارکباد دی اور توقع ظاہر کی کہ اس بار کپاس کی فصل کی پیداوار میں جو کمی رہی ہے آئندہ سال اس کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ صدر نے کہا کہ اس بار کپاس کی فصل پورے ملک میں توقع سے کم رہی اس میں زیادہ تر ہاتھ موسم کا تھا۔ اس کے باوجود حکومت نے یہ کوشش کی ہے کہ موسم کے مضر اثرات کا نقصان کاشت کاروں کو کم سے کم ہو۔ چنانچہ حکومت نے بین الاقوامی منڈی میں کپاس کی قیمتوں میں کمی کے رجحان کے باوجود سابقہ سرکاری قیمت خرید کو بحال رکھا۔ صدر نے صوبہ سندھ کو درپیش سیم و تھور کے خطرات کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ حکومت اس مسئلہ کو قومی سطح پر حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور بعض بین الاقوامی اداروں سے بھی مدد لی جا رہی ہے۔

بعد میں صدر مملکت نے ہل چلا کر کپاس کی بوائی کا افتتاح کیا۔ صدر نے زرعی نمائش بھی دیکھی جس میں مقامی طور پر پیدا ہونے والی کپاس کی اقسام کے نمونے رکھے گئے تھے۔ صدر نے نمائش میں لائے گئے مویشی بھی دیکھے اور ان کی تعریف کی۔

اس موقع پر ایک کسان نے صدر مملکت کو "اجرک" بھی پیش کی جو سندھ میں عزت و احترام کی نشانی ہے۔ صدر نے تحفہ قبول کرتے ہوئے کسان سے ہاتھ ملایا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب گورنر سندھ، جنرل ایس۔ایم۔عباسی صاحب

اور

میرے کاشتکار بھائیو!

السلام علیکم۔میں ابھی بہاولپور سے آرہا ہوں جہاں میں نے اس قسم کی ایک تقریب میں شرکت کی تھی۔میں نے وہاں جو باتیں کہی ہیں ان سب کو یہاں دہرانا نہیں چاہتا، لیکن دونوں تقریبات کیونکہ ایک ہی نوعیت کی ہیں اس لئے شاید بعض باتوں کا اعادہ یہاں بھی ضروری ہو کیونکہ وہ باتیں صوبہ سندھ کے لئے بھی اتنی ہی ضروری ہیں جتنی صوبہ پنجاب کے لئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں اس سال گندم کی فصل اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت کامیاب رہی ہے جس کے لئے میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔اس کامیابی کا سہرا سب سے پہلے ہمارے کاشتکار بھائیوں کے

سر ہے جن کی انتھک محنت سے یہ حوصلہ افزا نتائج حاصل ہوئے۔ پھر محکمہ زراعت کا عملہ قابلِ تعریف ہے کہ اُس نے اس فصل کو کامیاب بنانے کے لئے کاشتکاروں کی مدد اور راہنمائی کی۔ حکومت کے لئے یہی بہت بڑی خوشی ہے کہ یہ فصل کامیاب رہی جس سے کاشتکاروں کو بھی فائدہ پہنچے گا اور مجموعی طور پر ملک کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

اس کے برعکس کپاس کی فصل توقع سے پچھلے سال کم ہوئی ہے۔ صوبہ سندھ میں جہاں ۱۲ لاکھ گانٹھوں کی توقع تھی، پچھلے سال صرف ۸ لاکھ گانٹھیں حاصل ہو سکیں۔ تخمینے اور پیداوار میں خلاء کا یہی حال دوسرے صوبوں میں رہا ہے جس کی وجہ سے مجموعی طور پر ملکی سطح پر ہمیں کپاس کی اتنی مقدار حاصل نہ ہو سکی جتنی کہ توقع تھی اس کی وجہ سے آپ کو بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑا اور حکومت کو بھی، جس کا مجھے احساس ہے۔

غیر تسلی بخش فصل کی سب سے بڑی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ پچھلی فصل کے موقع پر بارشیں بے وقت ہوئیں اور بعض اوقات ضرورت سے زیادہ ہوئیں۔ حکومت کی یہ کوشش رہی ہے کہ موسم کے اس عدم تعاون کے باوجود کاشتکاروں کو ان کی محنت کا پھل ضرور ملے تاکہ اس فصل میں ان کی دلچسپی برقرار رہے ہم نے روئی کی کم سے کم قیمت خرید ۱۵/۴ روپے اور پھٹی کی ۱۳۸ روپے من مقرر کر رکھی ہے جو اس سال بھی بحال رہے گی، لیکن پچھلی سردیوں میں روئی کی بین الاقوامی قیمت ۶۵ سینٹ فی پونڈ سے گر کر ۵۹ سینٹ فی پونڈ ہو گئی اور اب بھی قیمتوں کا رجحان نیچے کی طرف ہے لیکن پھر بھی حکومت نے سابقہ قیمت پر روئی خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حکومت سندھ نے موجودہ سال کے لئے ساڑھے بارہ لاکھ گانٹھوں کا تخمینہ لگایا ہے مجھے امید ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا تو مناسب بیج، کیمیائی کھاد، جراثیم کش دواؤں اور دیگر اقدامات سے یہ ٹارگٹ انشاء اللہ حاصل کر

لیا جائے گا۔

ابتدائی تقریر میں جن مسائل کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے بعض مسائل کے بارے میں کچھ اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں اور جو باقی بچ جائیں گے ـــــ اُن کی طرف جلد توجہ دی جائے گی اور وفاقی سطح پر ان پر غور و خوض کر کے ان کا حل تلاش کیا جائے گا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پانی، بجلی، کیمیائی کھاد، عمدہ بیج اور زرعی قرضوں کے متعلق آپ کو مشکلات کا سامنا رہا ہے لیکن اگر پچھلے سالوں کے ساتھ مقابلہ کریں تو یقیناً صورتِ حال کافی حد تک بہتر ہو گئی ہے، میں یہ محض ایک عذر کے طور پر بیان نہیں کر رہا ہوں بلکہ حقیقت سے آپ کو آشنا کرا رہا ہوں کیونکہ مسائل اتنے زیادہ اکٹھے ہوئے ہیں کہ اُن کو یک لخت، یکمشت حل کرنا ممکن نہیں۔ پانی کی فراہمی کے علاوہ عمدہ بیج، کیمیائی کھاد مناسب مقدار میں مہیا کی جا رہی ہے۔ اسی طرح زرعی قرضوں کے سلسلے میں تجارتی بنک، زرعی ترقیاتی بنک اور ادارۂ امدادِ باہمی آپ کے مسائل حل کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ادارے انشاء اللہ مؤثر کردار ادا کریں گے اور آپ کے مسائل حل کرنے میں مدد دیں گے۔

اس کے علاوہ عالمی بنک کے تعاون سے زرعی توسیعی پروگرام بھی از سرِ نو ترتیب دیا جا رہا ہے اور یہ پروگرام صوبہ سندھ میں اگلے مالی سال سے باقاعدہ شروع کیا جا رہا ہے۔ تحقیق کے شعبے کو زیادہ کارآمد بنانے کے لئے اور آپ سے بہتر رابطہ قائم کرنے کے لئے "زرعی تحقیقاتی کونسل" ایک جامع پروگرام مرتب کر رہی ہے۔ کیمیائی کھاد کے کئی کارخانے زیرِ تعمیر ہیں۔ انشاء اللہ مستقبل قریب میں کھاد کے معاملے میں ہمیں

خود کفیل بنا دیں گے۔ اسی طرح اعلیٰ قسم کا بیج مہیا کرنے کے لئے صوبہ سندھ میں سیڈ پروسیسنگ (SEED PROCESSING) کا ایک کارخانہ لگایا جا رہا ہے جو ۸۱ - ۱۹۸۰ء میں بیج مہیا کرنا شروع کر دے گا۔ اس کے علاوہ کپاس کی پیداوار میں اضافے کے کئی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے۔ کیڑے مار مہم کو کامیاب بنانے کے لئے رعایتی داموں پر مشینیں اور دوائیاں مہیا کی جا رہی ہیں۔ یہ وہ چھوٹے چھوٹے مگر اہم اقدامات ہیں جو حکومت کسان بھائیوں کے لئے کر رہی ہے۔

بجلی کی فراہمی اور ٹیوب ویل آپ کی اہم ضرورتیں ہیں جنہیں پورا کرنے کی طرف توجہ دی جا رہی ہے، اس سلسلے میں واپڈا کئی منصوبوں پر عمل کر رہا ہے، لیکن میرے خیال میں صوبہ سندھ کو درپیش سب سے سنگین مسئلہ سیم اور تھور کا ہے جو ہماری زرخیز اراضی کو بڑی تیزی سے ناکارہ بنا رہا ہے۔ اس اہم مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قومی سطح پر حکومت کوششیں کر رہی ہے اور اس سلسلے میں بعض بین الاقوامی اداروں سے بھی مدد لی جا رہی ہے، لیکن یہ مسئلہ ابھی تک ہماری گرفت سے باہر ہے میں نے وقتاً فوقتاً اپنے سائنسدانوں کو بھی یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ سیم اور تھور کو اپنی تحقیق کا موضوع بنائیں اور ملک کو اس لعنت سے چھٹکارا دلانے کا کوئی طریقہ دریافت کریں۔

جہاں تک گھریلو صنعتوں اور زرعی آلات کی فراہمی کا تعلق ہے وفاقی حکومت اس طرف پوری سنجیدگی سے توجہ دے گی اور جیسا کہ آپ نے خطبہ استقبالیہ میں فرمایا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نہ صرف پنجاب میں بلکہ زرعی آلات بنانے کے کارخانے صوبہ سندھ میں بھی انشاءاللہ جلد قائم کریں گے۔

کاشت کاروں کی مدد کے لئے سرکاری کوششوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ میں کاشت کار بھائیوں سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ وہ بھی زرعی ترقی کے لئے کوئی کسر اٹھا

نہیں رکھیں گے۔ ہمارے کاشت کاروں کے لئے سب سے بڑا چیلنج ملک کو خوراک کے معاملے میں خودکفیل بنانا ہے۔ جس محنت اور جانفشانی سے آپ نے گندم کی فصل کو کامیاب بنایا ہے اس سے یقیناً خوراک کے لئے دوسرے ممالک پر ہمارا انحصار کم ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہماری آئندہ فصلیں بھی اسی طرح کامیاب رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم چند سالوں میں خودکفالت کی منزل حاصل نہ کرلیں۔ مجھے اُمید ہے کہ ہمارے کسان بھائی کپاس کی فصل کو بھی کامیاب بنانے کے لئے اسی محنت اور خلوص سے کام کریں گے جس سے انہوں نے گندم کی فصل کو کامیاب بنایا تھا۔ میں ایک دو چیزوں کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ سب سے اہم چیز جس کا احساس ہم نے پیدا کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ جتنا وقت گزرتا جائے گا آنے والی حکومتیں اور آنے والے ادارے اس چیز کی طرف خصوصی توجہ دیں گے۔ توجہ کا مقام یہ ہے کہ زراعت ہماری معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ زراعت میں ۶۰ سے ۷۰ فیصد عوام حصہ لے رہے ہیں ۷۵ فیصد عوام دیہات میں رہ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے گذشتہ تیس بتیس سالوں میں حکومتوں کی توجہ زراعت اور دیہات کی طرف نہیں رہی، شہروں کی طرف زیادہ رہی۔ شہروں کی آبادی ۲۵ سے ۴۰ فیصد تک ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی آبادی کو بالکل بھلا دیا جائے اور تمام تر توجہ شہروں کی طرف مبذول کرادی جائے۔ آج آپ دیہات میں جاکر دیکھئے وہاں نہ تو اتنی سڑکیں ہیں جتنی ہونی چاہئیں، نہ ان کی نقل و حرکت کے وسائل اتنے ہیں جتنے ہونے چاہئیں، نہ بجلی کے وسائل اتنے ہیں جتنے ہونے چاہئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری زراعت میں قوم کے لئے ضروری اضافہ نہیں ہوا۔ موجودہ حکومت کا یہ اوّلین منصوبہ ہے کہ دیہات اور زراعت کو زیادہ ترقی دی جائے تاکہ ملک کی اکثریت کو

فائدہ پہنچنے اور ملک کھانے پینے کی اشیاء میں خود کفیل ہو۔ واپڈا میں گو بہت سی کمزوریاں ہیں، لیکن ملک کی معیشت میں واپڈا کا ایک خاص کردار رہا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محنت کو قبول فرمائے اور کپاس کی آئندہ فصل کو اپنے فضل و کرم سے کامیاب فرمائے۔ آمین۔

پاکستان پائندہ باد

چشمہ رائٹ بنک کینال کے منصوبہ آبپاشی کی کھدائی کے آغاز کے موقع پر خطاب

۴ ؍ جون ۱۹۷۹ء

۴ ؍ جون ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ڈیرہ اسماعیل خان میں چشمہ رائٹ بنک کینال کی کھدائی کا افتتاح کیا۔ صدر نے موضع پوشا (PUSHA) میں جو دریائے سندھ کے دائیں کنارے واقع ہے، کدال سے کھدائی کر کے اس عظیم منصوبے کا افتتاح کیا۔ صدر کے بعد اسی کدال سے مولانا مفتی محمود نے بھی تھوڑی سی کھدائی کی۔

صدر مملکت نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے چشمہ رائٹ بنک کینال منصوبے کی قومی معیشت خاص طور سے صوبہ سرحد اور پنجاب کے کچھ حصوں کے لئے اس کی اہمیت کا ذکر کیا۔ صدر نے اس علاقے کی ترقی کے لئے حکومت کے بعض دوسرے منصوبوں کا ذکر بھی کیا اور امید ظاہر کی کہ اس نہر کی تعمیر اور اس سے متعلقہ دوسرے منصوبوں کی تکمیل سے یہ پورا علاقہ ترقی کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گا۔

صوبہ سرحد کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر وسائل ملتے رہے خصوصاً مالی وسائل کی فراہمی تسلسل سے ہوتی رہی تو یہ عظیم منصوبہ انشاء اللہ چھ سات سال میں مکمل ہو جائے گا۔

اس سے پہلے واپڈا کے چیئرمین ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل فضل رازق نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۲۰ میل لمبی اس نہر اور ۳۷۵ میل لمبی اس کی ذیلی نہروں سے صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب دونوں کے بہت بڑے علاقے کو فائدہ پہنچے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہ صوبہ سرحد میں اب تک تعمیر ہونے والی آبپاشی کی سب سے بڑی نہر ہوگی۔

تقریب میں صوبہ سرحد کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل فضل حق، پنجاب کے گورنر لیفٹیننٹ جنرل سوار خان، وفاقی وزیر پانی و بجلی ایئر مارشل انعام الحق، پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود، واپڈا کے چیئرمین اور دیگر سول اور فوجی حکام موجود تھے۔

اس موقع پر صدر مملکت نے ایک یادگاری تختی کی نقاب کشائی بھی کی۔

مولانا مفتی محمود نے منصوبے کی کامیاب تکمیل کے لئے دعا کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

معزز حاضرین!

السّلام علیکم - یوں تو ہر تقریب کسی نہ کسی اہمیت کی حامل ہوتی ہے لیکن میرے خیال میں آج کی تقریب غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے - بظاہر یہ تقریب اتنی سی ہے کہ تھوڑی سی مٹی کھود کر نہر کی کھدائی کا رسمی آغاز کر دیا جائے گا، لیکن اگر آپ اس کے اثرات پر نظر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ آج ہم اس منصوبے کی ابتدا کر کے اس علاقے میں ایک عظیم زرعی اور معاشرتی انقلاب کا آغاز کر رہے ہیں -

منصوبے کی اہمیت اور وسعت کا اندازہ آپ چیئرمین واپڈا کی تقریر سے لگا چکے ہوں گے جس میں انہوں نے اعداد و شمار کی مدد سے منصوبے کی لاگت، کام کی تفصیل اور اس کے زرعی اور معاشی اثرات پر روشنی ڈالی ہے - چیئرمین واپڈا کی تقریر کا یہ پہلو خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ اس منصوبے کی تیاری میں غیر ملکی مشیروں اور ماہرین کی بجائے زیادہ تر اپنے ملکی وسائل پر انحصار کیا گیا ہے اور اس پراجیکٹ کی منصوبہ بندی اور ڈیزائن تیار کرنے کا سہرا خود واپڈا کے انجنیئروں کے سر ہے۔

جس سے ان کی اعلیٰ پیشہ وارانہ مہارت، جذبۂ خدمت اور خود اعتمادی کا پتہ چلتا ہے۔
مجھے امید ہے کہ جو منصوبہ اتنی محنت اور عرق ریزی سے تیار کیا گیا ہے اسے عملی جامہ پہنانے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جائے گی۔ اور انشاء اللہ آئندہ چند سالوں میں جب یہ منصوبہ منتقل ہو کر عملی شکل اختیار کرے گا تو اہلِ وطن یقیناً ہمارے ماہرین کی ذہانت، قابلیت اور جذبۂ خدمت کی داد دیں گے۔

چشمہ رائٹ بنک کنال کا منصوبہ کئی سالوں کی محنت کا نچوڑ ہے جیسا کہ جنرل فضل رازق نے اپنی تقریر میں بتایا، واپڈا نے اس منصوبے کی رپورٹ ۱۹۷۰ء میں تیار کی، بعد میں یہ منصوبہ تاخیر کا شکار ہوتا رہا اور اس کی سیاسی وجوہات تھیں جن کی تفصیلات میں میں آج کے مبارک دن نہیں جانا چاہتا۔ البتہ یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جب سے موجودہ حکومت نے ملکی نظم و نسق سنبھالا ہے یہ اس منصوبے میں گہری دلچسپی لے رہی ہے اور جتنا مزید وقت اسے دستیاب ہے وہ اس پراجیکٹ کو آگے بڑھانے کے لئے پوری تندہی سے کام کرے گی۔

حاضرین کرام! آپ کو معلوم ہو گا کہ اس علاقے نے قیامِ پاکستان میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا لیکن آج آزادی کے ۳۲ سال گزرنے کے بعد بھی یہ علاقہ ملک کے پس ماندہ حصوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کی زمین ہی پیاسی نہیں یہاں کے انسان بھی پیاسے ہیں، بیسویں صدی کے آخری حصے میں جب انسان کائنات کی تسخیر کا دعویدار ہے بہت سے لوگ پینے کے پانی سے محروم ہیں۔ موجودہ حکومت نے زمینوں کی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ انسانوں کو پینے کا پانی مہیا کرنے پر بھی خصوصی توجہ دی اور دے رہی ہے۔ وفاقی حکومت نے اس ڈویژن میں پینے کا پانی مہیا کرنے کے لئے گذشتہ دو سالوں میں ۳ کروڑ ۳۵ لاکھ روپے مہیا کئے ہیں جو

مختلف منصوبوں پر خرچ کئے جا رہے ہیں۔ ان منصوبوں سے جو اس ماہ کے آخر تک انشاء اللہ مکمل ہو جائیں گے شہری آبادی کے ۶۶ فیصد اور دیہی آبادی کے ۳۰ فیصد لوگوں کو پانی کی سہولتیں حاصل ہو جائیں گے۔ پانی کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے انشاء اللہ اگلے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں مزید رقم مختص کی جائے گی۔ اس کے علاوہ صوبائی حکومت بھی اس علاقے میں پانی تلاش کرنے کے لئے غیر ملکی امداد حاصل کرنے کی کوششیں کر رہی ہے۔

چشمہ نہر کی تعمیر سے اس علاقے میں انشاء اللہ پانی کا قحط ختم ہو جائے گا اور ایک دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے گا۔ اب وہ دن دور نہیں جب یہاں کی لاکھوں ایکڑ زمین کی صدیوں پرانی پیاس بجھ جائے گی۔ یہاں کے تپتے ریگستان سرسبز و شاداب کھیتوں میں بدل جائیں گے اور یہاں کے رہنے والے ایک نئے اور خوشحال دور میں داخل ہو جائیں گے۔

خوراک میں خود کفالت ہماری سب سے بڑی قومی ضرورت ہے جس کو پورا کرنے کے لئے حکومت تمام وسائل بروئے کار لا رہی ہے۔ اس کی خواہش اور کوشش ہے کہ قابلِ کاشت علاقے کی ایک ایک انچ زمین کو استعمال میں لایا جائے، زیادہ سے زیادہ زمین کو قابلِ کاشت بنایا جائے، کاشت کاروں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دی جائیں اور ہر ممکن جگہ آبپاشی کی سہولتیں پیدا کی جائیں۔ اس نہر کی تعمیر بھی حکومت کی انہی کوششوں کا ایک حصّہ ہے جس کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ یہ علاقہ سونا اگلنے لگے گا اور ملک خود کفالت کی منزل حاصل کر لے گا۔ اور خود کفالت کے لئے ہماری دوسری کوششیں پہلے کامیاب ہو گئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن کی مزید سینکڑوں ایکڑ اراضی کی آبپاشی سے ہم فاضل اناج پیدا کرنے کے قابل

نہ ہو جائیں۔

معزز حاضرین! چشمہ نہر کی تعمیر درحقیقت ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن کی ترقی کا ایک اہم منصوبہ ہے۔ اس موقع پر بعض دوسرے اقدامات کا ذکر بے جا نہ ہوگا جو حکومت اس ڈویژن کو ترقی کی دوڑ میں آگے لانے کے لئے کر رہی ہے۔

۱۔ رسل و رسائل کو بہتر بنانے کے لئے وفاقی حکومت ڈیرہ اسماعیل خان، دریا خان پل تعمیر کر رہی ہے۔ یہ پل تمام موسموں میں اس علاقے کو مرکزی پنجاب سے ملائے گا۔ رابطے کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے علاوہ یہ پل بالواسطہ طور پر ڈیرہ اسماعیل خان شہر کو سیلاب سے بھی محفوظ رکھے گا۔ اس پل پر جو ۱۹۸۳ء میں مکمل ہوگا تقریباً ۲۱ کروڑ ۸۱ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔

۲۔ وفاقی حکومت نے ریلوے لائن کے بنوں سیکشن پر براڈ گیج (BROAD GAUGE) کی تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے جس پر ۱۵ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ براڈ گیج کی تعمیر اس علاقے میں ریلوے کے نظام کو بہتر بنانے کے منصوبے کا ایک حصہ ہے جو بتدریج پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔

۳۔ ڈیرہ اسماعیل خان، فورٹ سنڈیمن روڈ کی قومی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی تعمیر کی ذمہ داری بھی وفاقی حکومت نے قبول کی ہے۔ اس کے بننے سے صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان کو پکی سڑک کے ذریعے آپس میں ملا دیا جائے گا۔ یوں یہ شاہراہ بین الصوبائی رابطے کی اہم کڑی ہوگی۔

۴۔ اس علاقے میں تعلیمی سہولتوں کو بہتر بنانے پر بھی توجہ دی جا رہی ہے۔ گومل یونیورسٹی جو یہاں ۱۹۷۴ء سے کام کر رہی ہے مالی مشکلات کا شکار رہتی ہے۔ ابھی تک اس پر ۳ کروڑ ۶۱ لاکھ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ صوبہ سرحد کے

وسائل اور گومل یونیورسٹی کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ آئندہ مالی سال سے اس ادارے کی مزید مدد کرے گی۔

اس کے علاوہ ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن کی ترقی کے لئے صحت، تعلیم، آبپاشی رسل و رسائل اور نشر و اشاعت کے کئی منصوبوں پر عمل کیا جا رہا ہے جن کی تفصیلات میں، میں جانا نہیں چاہتا۔ جہاں تک چشمہ نہر کا تعلق ہے صوبائی حکومت اس نہر سے حاصل ہونے والی سہولتوں کے پیشِ نظر ایک جامع سکیم مرتب کر رہی ہے تاکہ زراعت، آبپاشی، رسل و رسائل اور دیہی ترقی کے میدانوں میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مجھے امید ہے کہ اس نہر کی تعمیر اور اس سے متعلق دوسرے منصوبوں کی تکمیل سے ڈیرہ اسماعیل خان ڈویژن زندگی کے ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ ہم آج جس منصوبے کی ابتدا کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے، آمین۔

پاکستان پائندہ باد

نیشنل ڈیفینس کالج، راولپنڈی کے تیسرے کانووکیشن سے خطاب

۶ جون ۱۹۷۹ء

۶ جون ۱۹۷۹ء کو صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے نیشنل ڈیفینس کالج راولپنڈی کے تیسرے کانووکیشن سے خطاب کیا اور کامیاب طلباء کو ڈیفنس اینڈ سٹرٹیجک سٹڈیز اینڈ وار کے مضمون میں ایم۔ایس۔سی کی ڈگریاں دیں۔ یہ ڈگریاں قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کی ہیں جس سے نیشنل ڈیفنس کالج ملحق ہے۔ صدر جنرل محمد ضیاء الحق یونیورسٹی کے چانسلر ہیں۔

صدر مملکت نے کانووکیشن سے خطاب کرتے ہوئے مسلح افواج کے افسران کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت اور سول سروس کے افسران کے لئے دفاعی مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے نیشنل ڈیفنس کالج کے نصاب، معیار تعلیم اور اساتذہ کی لیاقت کو سراہتے ہوئے توقع ظاہر کی کہ آئندہ بھی تینوں مسلح افواج اور سول سروسز اپنے بہترین افراد کو اس نصاب کی تکمیل کے لئے بھیجتے رہنے کا سلسلہ جاری رکھیں گی۔

کالج کے لیکچر ہال میں منعقدہ تقریب میں وفاقی وزیر تعلیم جناب محمد علی خان ہوتی، ڈپٹی چیف آف آرمی سٹاف لفٹیننٹ جنرل محمد اقبال اور دوسرے سینئر سول اور فوجی حکام نے شرکت کی۔

قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر ڈاکٹر اے۔ محی الدین نے تقریر کرتے ہوتے کہا کہ یونیورسٹی کے انتظامی اور تدریسی اداروں نے یونیورسٹی ایکٹ کی قانونی حدود میں رہتے ہوئے نیشنل ڈیفنس کالج کے ان گریجوئیٹس کو ڈگریاں دینے کا طریقہ وضع کر لیا ہے جنہوں نے ۷۶ء۱۹ء کے تعلیمی سال کے دوران امتحان پاس کیا تھا۔ قائداعظم یونیورسٹی میں شریعہ فیکلٹی کے قیام کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ فیکلٹی میں تدریس کا کام اس سال ستمبر میں

شروع ہو جائے گا۔ وائس چانسلر نے یونیورسٹی کی کارکردگی اور اس کو درپیش مسائل کا ذکر بھی کیا۔

اس سے پہلے کالج کے کمانڈنٹ میجر جنرل انور مسعود نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے نیشنل ڈیفنس کالج کے اغراض و مقاصد اور اس کے کردار پر روشنی ڈالی اور اس کے دو بڑے نصابوں ۔ نیشنل ڈیفنس کورس اور آرمڈ فورسز وار کورس کی تفصیل بتائی اور کہا کہ ادارے کے تدریسی اور انتظامی عملے میں تینوں مسلح افواج سے تعلق رکھنے والے لائق حضرات شامل ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِيۡمِ

جناب وائس چانسلر،
کمانڈنٹ،
ماسٹر آف سائنس کی ڈگریاں پانے والے طلبا اور
خواتین و حضرات!

میں اس خوش آئند موقع پر جو آپ کی اور اس علمی ادارے کی زندگی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، آپ کے درمیان آکر بے حد مسرور ہوں۔ مجھے کالج کے اس تیسرے جلسۂ تقسیم اسناد میں جو ابھی منعقد ہوا ہے، شرکت کر کے ازحد خوشی ہوئی ہے۔ میں ماسٹر آف سائنس کی ڈگریاں پانے والے افراد کو ان کی قابلِ افتخار کارکردگی پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

یہ موقع دو وجوہات کی وجہ سے تاریخی نوعیت کا حامل ہے۔ اوّل یہ کہ آج آپ کو ڈگریاں تفویض کی گئی ہیں۔ دوئم یہ کہ میں تاریخ کے طلبا کو یہ یاد دلانا چاہوں گا کہ

آج ۶ جون ہے، اور ۱۹۴۴ء میں اسی تاریخ کو ایک عظیم عسکری مہم (OPERATION OLDLORD) کا آغاز ہوا تھا۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ ان دو وجوہات کی بنا پر آپ آج کے دن کو بھی جبکہ آپ کو ڈگری عطا ہوئی ہے، تاریخی دن قرار دیں گے۔

بلاشبہ اس عصرِ جدید میں مسلح افواج کے افسروں کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت اور سول سروس کے افسران کے لئے قومی دفاعی مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ یقیناً اس امر سے آگاہ ہو چکے ہوں گے کہ سائنسی اور تکنیکی ترقیوں کے اثرات نے فنِ حرب کو بھی خاصا متاثر کیا ہے۔ نتیجتاً وہ جنگی تناظر جن میں قومی دفاع کے مسائل زیرِ غور آتے ہیں، کئی صورتوں میں بدل بھی گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن لوگوں کو بھی جن کا تعلق پالیسی وضع کرنے یا محض اس کو عملی جامہ پہنانے سے ہے، اکثر و بیشتر فیصلہ کے وقت تصادم آمیز معاشی، عسکری، سفارتی اور سیاسی عوامل پر حال و مستقبل کی ضرورتوں کے پیشِ نظر نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ میں نے مسلح افواج کے افسروں کی اعلیٰ تعلیم اور سول سروسز کی دفاعی مسائل سے بخوبی واقفیت کی اہمیت پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ یہ میری کوشش رہی ہے کہ وہ سینئر افسر جو ذمہ داری کے اعلیٰ مرحلے میں پہنچ جائیں، اپنے فرائض کی تکمیل کے لئے بہتر تعلیم و تربیت حاصل کریں۔ مجھے یہ دیکھ کر مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ یہ کالج اس چیلنج سے بخوبی نبرد آزما ہو رہا ہے۔ مجھے علم ہے کہ اعلیٰ تعلیم دینے کی اس کوشش میں متعدد ادارے اور ہیڈ کوارٹرز تعاون کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں قائدِ اعظم یونیورسٹی کا بین الاقوامی شعبہ اور وزارتِ خارجہ خصوصی قدر افزائی کے مستحق ہیں۔ دیگر متعدد یونیورسٹیاں، وزارتیں، چیف جوائنٹ آف اسٹاف ہیڈ کوارٹرز، تینوں سروسز کے ہیڈ کوارٹرز اور ان سے متعلقہ شعبے بھی اس کالج کے مطالعاتی پروگرام

کے فروغ میں نمایاں تعاون کر رہے ہیں۔ آپ لوگ جو مسلح افواج اور سول سروسز کے منتخب افسران ہیں، اعلیٰ درجے کی تعلیم، خدمت اور تجربے کے حامل ہیں۔ میں نے دونوں کورسز کے لئے افسروں کے انتخاب پر خاصا زور دیا ہے تاکہ مختلف پس منظر اور تجربے کے حامل شرکائے کے باہمی عمل سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ تینوں افواج اور سول سروسز اس ضرورت سے اب بخوبی آشنا ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ اس میں شرکت کے لئے اپنے بہتر افراد بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھیں گی۔ ایسی پالیسی نہ صرف اس کالج کے معیارِ تعلیم کو برقرار رکھنے اور انجام کار اسے مزید بہتر بنانے میں ہماری مدد کرے گی بلکہ متعلقہ شعبے بھی اس سے مستفیض ہو سکیں گے۔

اس کالج میں تعلیم پوسٹ گریجویٹ (طیلسانی) سطح پر دی جاتی ہے اور آپ کو ممتاز دانشوروں اور نہایت ہی لائق و فائق اساتذہ نے پڑھایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تحفظِ پاکستان سے متعلق علوم پر تحقیق کے دوران آپ خاصے سرگرم رہے ہوں گے۔ مجھے آپ کی اس تحقیق کا مطالعہ کرنے میں بذاتِ خود بے حد دلچسپی محسوس ہو گی۔

اس کالج میں کام کی رفتار خاصی تیز ہے، اور اتنے ہی اس کے فوائد بھی ہیں۔ یہاں کے دورانِ قیام زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے آپ سے جس ذوق و شوق اور کدوکاوش کی توقع کی گئی تھی، اسے آپ نے پورا کر رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرزِ عمل نے آپ کو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور نہایت ہی ہنر مند افسر بنا دیا ہو گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ شاندار علمی جدّوجہد آپ اور پاکستان دونوں کے لئے بے حد نافع ثابت ہو گی۔ ابتدائی عمر میں تعلیم کی اہمیت اپنی جگہ ہے، لیکن پختہ عمری میں پیشہ ورانہ تجربے کی بدولت اس کی قدر و قیمت فزوں تر ہو جاتی ہے۔ ماسٹر آف سائنس ڈگری جیسا

جملہ زندگی کے اس کُلّی تجربے اور تعلیم کا اعتراف ہے جس سے آپ اس وقت بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اب آپ کو مستقبل کی کارکردگی کے ڈھانچے کو از سرِ نو تشکیل دینا ہو گا۔ اس ڈگری کی تفویض آپ سے جن توقعات کی متمنّی ہے یعنی بالغ نظری اور ماہرانہ خطوط پر فرائض کی بجا آوری ـــــ انہیں آپ کو پورا کرنا ہو گا۔ اس کے لئے آپ کو اپنے کام میں وہ نظم و ضبط برقرار رکھنا ہو گا جو آپ نے حاصل کیا ہے کیونکہ پیشے میں برتری محض مراعات میں اضافہ ہی نہیں کرتی، ذمّہ داریاں بھی دوچند کر دیتی ہے جو نتیجتاً وسیع معلومات اور محنت و مشقت کی متقاضی ہوتی ہے۔

اس کالج کے دورانِ قیام، آپ انفرادی اور اجتماعی طور پر تحقیق میں منہمک رہے ہیں۔ اس سے آپ کو منتخب شدہ موضوعات کے مطالعہ میں یقیناً بصیرت حاصل ہوئی ہو گی۔ چند ایک افراد کے لئے یہ استعمال وقت کا ایک نیا تجربہ رہا ہو گا لیکن اسے جاری رکھئے کہ یہ مزید منافع بخش ہو گا۔ آپ یہاں سے نکل کر ہمارے گمبھیر مسائل کا حل تلاش کرنے کی جدوجہد کریں جو مختلف شعبوں میں ہنوز لاینحل ہیں۔ ہمارے حالات کے کچھ عوامل ایسے ہیں جنہیں آپ کو اپنی مدّتِ ملازمت کے دوران ذہن نشین رکھنا ہو گا۔

اولاً ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ دفاع اور ترقی دو اہم مسائل ہیں جن سے ہم نبرد آزما ہیں۔ سوچئے اور تجویز کیجئے کہ کس بہتر طریقے سے ہم انہیں حل کر سکتے ہیں۔ آپ ہمارے لئے ان کا حل تلاش کیجئے۔ دوسرے، آپ کو نہایت پیچیدہ مسئلوں کا حل بھی دریافت کرنا ہو گا۔ پاکستان اور اس لحاظ سے دنیا کے بہت سارے ممالک خود کو پریشان محسوس نہیں کریں گے اگر وہ مسائل سے دوچار نہ ہوں۔ تیسرے، جب آپ اقتدار کے حامل اور فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں تو اپنے

نیز ہمارے مسائل کا حل معلوم کرنے کے لئے بغور سوچئے ـــــ ایک نصابی کتاب، مثالی جواب کی طرح نہیں ـــــ بلکہ اس طرح جو ہمارے حالات سے مطابقت رکھتا ہو اور جس سے مثبت نتیجہ برآمد ہو سکے۔ چوتھی بات یہ کہ یقیناً آپ کے اپنے شاندار تخیلات ہوں گے اور ان کا کوئی نہ کوئی مقام بھی ہوگا، لیکن آپ جو کچھ بھی سوچیں اور رائے قائم کریں اسے ٹھوس قسم کی وقعت ملنی چاہیئے۔ آپ کے مجوزہ حل کو ہر طرح عملی ہونا چاہیئے نہ کہ رنگ آمیز علامتی! منصوبے ضرور پُر شکوہ ہوں لیکن زیادہ سے زیادہ عملی! آپ کی اپنی محنت کے علاوہ میں آپ کو اس اعانت کی یاد دلانا چاہوں گا جو آپ کی شریکِ حیات نے دورانِ تعلیم آپ کو دی ہے۔ یہ ان ہی کی فہم و فراست اور صبر و تحمل کا نتیجہ تھا کہ آپ کے گھر میں خوشگوار فضا قائم رہی۔ اور آپ اپنی محنت اور لگن کی وجہ سے اپنے کورسز کامیابی کے ساتھ مکمل کرنے کے قابل ہوئے۔ گذشتہ سال میں نے محض اتفاقیہ نہیں بلکہ ایک مقصد کے تحت یہ تجویز کیا تھا اور اب بھی یہ سوچتا ہوں کہ ہم ہنوز اس حقیقت سے دُور ہیں کہ شریکِ حیات کو بھی خصوصی سند ملنی چاہیئے کیونکہ میری رائے میں وہ بھی اسی تحسین کی مستحق ہیں۔

گذشتہ سال میں نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ بہ روئے انصاف ابتدائی کورسز کے ممبروں کو بھی ڈگریاں تفویض کی جائیں۔ مجھے علم ہے کہ اس ضمن میں کچھ پیش رفت ہوئی ہے، لیکن انہیں ہنوز ڈگریاں نہیں دی گئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس معاملے کو جلد طے کر لیا جائے گا اور ڈگریاں فوری طور پر دے دی جائیں گی۔ اس ضمن میں جو بھی پیش رفت ہوئی ہے، اس کے متعلق وائس چانسلر نے اپنے خطبے میں وضاحت کی ہے جسے سن کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔

میں آخر میں وائس چانسلر کا، کالج کے کمانڈنٹ کا، تدریسی اسٹاف کے

ممبروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کو دوبارہ اس اعلیٰ اعزاز کے مرحمت کئے جانے پر مبارک باد دیتا ہوں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ ذمّہ داری کے جس عہدے پر بھی فائز ہوں، ملک کی خدمت بجالاتے رہیں۔

پاکستان زندہ باد

بابا فرید شوگر مل، اوکاڑہ کی تاسیسی تقریب سے خطاب

۷ رجون ۱۹۷۹ء

۷ رجون ۱۹۷۹ء کو صدر مملکت نے اوکاڑہ میں نجی شعبے کے ایک کارخانے بابا فرید شوگر ملز کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں شرکت کی

صدر مملکت نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کی تقریب حکومت اور نجی شعبہ کے درمیان اس اعتماد کی علامت ہے جسے بحال کرنے کے لئے ہم دو سال سے کوشش کر رہے ہیں۔ صدر نے اپنی تقریر میں حکومت کی صنعتی اور اقتصادی پالیسیوں پر روشنی ڈالی اور ان سہولتوں کا ذکر کیا جو نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے دی جا رہی ہیں۔ صدر نے کارخانے کی انتظامیہ کی طرف سے کارکنوں اور ان کے بچوں کی فلاح و بہبود کے منصوبوں کی تعریف بھی کی۔

اس سے پہلے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کارخانے کے مینجنگ ڈائریکٹر جناب غلام محمد آدم جی نے کہا کہ گذشتہ کئی برس میں یہ پہلا بڑا کارخانہ ہے جو نجی شعبے میں بیس کروڑ روپے کی لاگت سے بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے نجی شعبہ کے اعتماد کی بحالی کے لئے صدر محمد ضیاء الحق کے اقدامات پر ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ نجی شعبہ اتنا بڑا نہیں ہے جتنا بڑا کہ اسے چند سال پہلے تک قرار دیا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ بابا فرید شوگر ملز نجی اور سرکاری شعبے کے درمیان تعاون کی زندہ مثال ہے کیونکہ اس کارخانے کی بیشتر مشینری ایک سرکاری ادارے ہیوی میکنیکل کمپلیکس کی تیار کردہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ کارخانے کی انتظامیہ خصوصاً اپنے کارکنوں کے بچوں کیلئے کارخانے کے ساتھ ایک پولی ٹیکنیک ادارہ بھی قائم کر رہی ہے۔ انہوں نے اس ادارے کے لئے ۵ لاکھ روپے کے ابتدائی عطیے کا بھی اعلان کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

گورنر پنجاب، جنرل سوار خان،

فیکٹو گروپ آف انڈسٹریز کے چیئرمین، جناب غلام محمد ایم آدم جی

اور

معزز حاضرین!

السلام علیکم۔ میں اِسے اپنے لئے باعثِ عزت اور مسرت سمجھتا ہوں کہ مجھے فیکٹو (پاکستان) لمیٹڈ کی شوگر مل کا سنگِ بنیاد رکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ آج کی تقریب حکومت اور نجی شعبے کے درمیان اس اعتماد کی علامت ہے جسے بحال کرنے کے لئے ہم دو سالوں سے کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ ملک کی صنعتی ترقی میں نجی شعبے نے پھر بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ جس شوگر مل کا آج سنگِ بنیاد رکھا جا رہا ہے، یہ جلد از جلد مکمل ہو کر پیداوار شروع کر دے گی، میرے اعتماد کی دو وجوہات ہیں ایک یہ کہ یہ مل

غلام محمد ایم آدمجی لگا رہے ہیں جو نہ صرف بالعموم صنعتی شعبے میں طویل تجربہ رکھتے ہیں بلکہ پہلے ہی ایک شوگر مل ضلع میانوالی میں دریا خان کے مقام پر بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اِس مل کو بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے متبرک نام سے منسوب کیا گیا ہے، یہ وہ عظیم ہستی ہیں جن کے طفیل برصغیر کے لاتعداد لوگ شمع ہدایت سے فیضیاب ہوئے اور خود اِس علاقے میں ان کے طفیل نور کی شمعیں روشن ہوئیں۔ اِس علاقے کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ وہ اس کے قریب ہی ابدی نیند سو رہے ہیں، انشاء اللہ بابا فرید شوگر مل کو بابا فریدؒ کی دعائیں حاصل رہیں گے۔

یہ مل گزشتہ کئی سالوں میں نجی شعبے میں قائم ہونے والا سرمایہ کاری کا سب سے بڑا منصوبہ ہے۔ نجی شعبے میں سرمایہ کاری کا یہ رجحان بہت خوش آئند اور حوصلہ افزا ہے۔ حکومت نے اس رجحان کو فروغ دینے کے لئے کئی اقدامات کئے ہیں۔ ان میں نجی اور سرکاری شعبوں کے درمیان صنعتوں کی تقسیم، صنعتوں کی منظوری کے طریقِ کار میں سہولت، بعض محصولات اور ٹیکسوں میں چھوٹ، نجی صنعتوں کا آئینی تحفظ اور دوسری مراعات شامل ہیں۔

حال ہی میں پانچویں پنج سالہ منصوبے کے تحت، نجی اور سرکاری شعبوں کی راہنمائی کے لئے صنعتی سرمایہ کاری کا گوشوارہ یعنی (INDUSTRIAL INVESTMENT SCHEDULE) جاری کیا گیا ہے تاکہ یہ شعبے علیحدہ علیحدہ یا باہمی تعاون یا غیر ملکی سرمایہ کاری کے اشتراک سے اپنی اپنی صنعتوں کا انتخاب کر سکیں۔ مجھے امید ہے کہ ان اقدامات سے نجی شعبے کی مزید حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ ملک کی صنعتی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا۔

شکر سازی پاکستان کی ایک بڑی صنعت ہے جو ملک کی ایک اہم غذائی ضرورت پوری کرتی ہے۔ شکر کی ہماری سالانہ ضرورت آٹھ لاکھ ٹن کے لگ بھگ بنتی ہے۔ ہم نے ۷۸-۱۹۷۷ء کے دوران ۸ لاکھ ۵۶ ہزار ٹن شکر پیدا کی جو ہماری ضرورت

کے لئے کافی تھی لیکن موجودہ مالی سال میں پیداوار چھ لاکھ ٹن کے قریب ہوئی۔ یہ کمی پچھلے سال کے بچے ہوئے سٹاک اور موجودہ مالی سال کے دوران کفایت شعاری سے پوری کی جائے گی۔ البتہ ہمیں آئندہ مالی سال میں شکر کی پیداوار بڑھانے پر خصوصی توجہ دینا ہوگی ورنہ پیداوار اور خرچ میں خاصا فرق پڑ جائے گا۔

سالِ رواں میں شکر کی کم پیداوار کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جب موجودہ حکومت نے بعض اجناس کی قیمتیں بڑھا دیں تو کاشت کاروں نے اُن فصلوں کو ترجیح دی اور گنے کی فصل کم کاشت کی، مثلاً ملک میں موجودہ مالی سال کے دوران گنے کے لئے زیر کاشت علاقے میں ۱۱ء۵ فیصد کمی واقع ہوئی کیونکہ اس کے ۶ء۵ فیصد حصّے پر کپاس اور ۳ء۷ فیصد حصّے پر چاول بویا گیا۔ اِس کے علاوہ اِس فصل کو نقصان دہ کیڑوں کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لئے بھی مؤثر اقدامات نہ کئے گئے نتیجتاً گنے کی پیداوار میں پونے آٹھ فیصد کمی واقع ہوئی۔ شکر کی کم پیداوار کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ بہت سے کاشت کاروں نے گنا پیدا تو خوب کیا لیکن اسے مِل کو دینے کی بجائے خود گڑ وغیرہ بنانے کے لئے استعمال کیا۔ سرکاری اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ گنے کی کل پیداوار کا بمشکل پچیس چھبیس فیصد شوگر مِلوں کو مہیا کیا گیا۔

بعض کاشت کاروں نے گنے کی پیداوار بڑھانے کے لئے یہ سہل اور سادہ حل تجویز کیا ہے کہ گنے کی قیمت بڑھا دی جائے۔ ممکن ہے کسانوں کے نقطۂ نظر سے یہ حل درست ہو لیکن اگر آپ ملکی سطح پر اس کا جائزہ لیں تو اندازہ ہو گا کہ یہ اقدام قومی مفاد میں نہیں ہے کیونکہ حکومت نے فصلِ ربیع اور فصلِ خریف کا جائزہ لینے کے بعد اہم اجناس کی متوازن قیمتیں مقرر کی ہیں اور کسی ایک جنس کی قیمت بڑھانے سے ساری قیمتوں کا توازن ٹوٹ جائے گا۔ اور ساری زرعی منصوبہ بندی گڈمڈ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ گنے کی قیمت

بڑھانے سے چینی یا شکر کی قیمتوں میں بھی لازماً اضافہ ہوگا جس کا بوجھ صارفین پر پڑے گا۔ شاید یہ بات آپ کے لئے دلچسپی کا باعث ہو کہ پاکستان میں چینی کی موجودہ قیمت بھی بین الاقوامی مارکیٹ کے مقابلے میں دوگنی سے زیادہ ہے۔ اور اگر گنے کی قیمت بڑھ کر چینی کی قیمت میں اضافے کا جواز پیدا کیا جائے تو اس کی قیمتیں آسمان کو چھونے لگیں گی۔ چنانچہ سبھی باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس مسئلے پر تفصیلی غور و خوض کیا گیا ہے اور یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ گنے کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

شکّر کا ذکر کرتے وقت شاید یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ موجودہ پنج سالہ منصوبے میں ۸۳-۱۹۸۲ء تک ملک میں دس لاکھ ٹن شکر پیدا کرنے کی حد مقرر کی گئی ہے جس کے لئے ۲۶۰ کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں جن میں ۱۱۰ کروڑ روپے کا زرمبادلہ بھی شامل ہے۔ گنّے کی پیداوار بڑھانے اور نئی شوگر ملیں قائم کرنے سے انشاءاللہ ہم یہ ٹارگٹ حاصل کر لیں گے جس کے لئے ہمیں کاشت کاروں اور صنعت کاروں کا تعاون درکار ہوگا۔

شوگر مل لگانے کا بنیادی مقصد شکّر سازی ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اِس صنعت کی ذیلی پیداوار (BY-PRODUCTS) پر بھی توجہ دی جائے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ اس مل کی مشینری کا بڑا اور اہم حصّہ اندرونِ ملک تیار کیا جا رہا ہے اور یہ کام ہیوی مکینیکل کمپلیکس ٹیکسلا انجام دے رہا ہے۔ ایچ۔ ایم۔ سی، اِس سے پہلے، پتوکی اور پسرور شوگر ملوں اور مستحکم سیمنٹ کے کارخانوں کے لئے بھی مشینری تیار کر چکا ہے جس سے اس کی تکنیکی صلاحیت، اعلیٰ کارکردگی اور خود اعتمادی کا پتہ چلتا ہے۔ ایچ۔ ایم۔ سی، ملک کو مشینری تیار کرنے میں خود کفیل بنانے کے لئے مفید خدمات انجام دے رہا ہے۔

میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے حکومت اور نجی شعبے کے درمیان باہمی اعتماد کی ضرورت

پر زور دیا تھا کیونکہ جب تک نجی اور سرکاری شعبے شانہ بشانہ کام نہیں کرتے ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے یہی بات ذرا دوسرے پس منظر میں کارخانہ داروں اور مزدوروں کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے کیونکہ جب تک مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان مفاہمت، خیر سگالی اور اعتماد کی فضا قائم نہیں ہوگی، کارخانے اپنی پوری استعداد کے مطابق پیداوار نہیں دے سکیں گے۔ ماضی میں بعض ایسی پالیسیوں پر عمل ہوتا رہا ہے جن کی وجہ سے صنعت کاروں اور مزدوروں کے درمیان محاذ آرائی کی فضا قائم ہو گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور صنعت کاروں اور مزدوروں کے تعاون سے محاذ آرائی کی یہ فضا دوستی اور مفاہمت میں بدل گئی ہے اور ملک میں صنعتی امن برقرار رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ صحت مند فضا آئندہ بھی قائم رہے گی۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے یہ مزدوروں اور صنعت کاروں ۔ دونوں ۔ کے مفادات کا تحفظ کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے۔

مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ بابا فرید شوگر مل کے مالکان نے جہاں شوگر مل کے لئے کروڑوں روپے مہیا کئے ہیں وہاں انہوں نے مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے بھی مناسب رقم وقف کی ہے۔ ان کا پولی ٹیکنیک ادارہ قائم کرنے کا ارادہ مستحسن ہے۔ میں غلام محمد ایم آدمجی کے جذبے کی قدر کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے۔

میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے آج کی تقریب میں مدعو کر کے میری عزت افزائی فرمائی۔

پاکستان پائندہ باد

اشاریہ

شائع کردہ
محکمۂ فلم و مطبوعات
وزارتِ اطلاعات و نشریات
حکومتِ پاکستان،
اسلام آباد

برق سنز پرنٹرز لمیٹڈ، اسلام آباد